ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
جولائی 2020ء

ایمان کی بنیاد جاننا نہیں بلکہ ماننا ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

عیدالاضحیٰ اور بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں

فلسفہ قربانی تاریخ فضیلت و اہمیت

مسائلِ حج و عمرہ

Human Nature in the Context of Islamic Conception

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 27 / شمارہ: 6 / ذوالحج ۱۴۴۱ھ / جولائی 2020ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُمِ حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(عیدالاضحیٰ اور بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں) 4

فرمانِ شیخ الاسلام

اچھی زندگی گزارنے کا راز کیا ہے؟ — مرتبہ: نازیہ عبدالستار 5

فلسفہ قربانی: تاریخ، فضیلت و اہمیت — ڈاکٹر زیب النساء سرویا 8

حرمت والے مہینوں کا قرآنی فلسفہ — ڈاکٹر فرخ سہیل 14

حضرت عائشہؓ کا اشاعتِ حدیث میں کردار — تحریم رفعت 17

مسائل حج و عمرہ — فریدہ سجاد 20

آپ کی صحت: عیدالاضحیٰ پر صحت کو کیسے برقرار رکھا جائے؟ — ویشا وحید 22

گلدستہ: عیدالاضحیٰ اور لذیز کھانوں کی تراکیب — مرتبہ: ماریہ عروج 24

کاسمیٹک سرجری کی جدید صورتیں اور ان کا شرعی حکم — ماریہ اعوان 26

شیخ الاسلام کے ساتھ MWL کی آن لائن میٹنگ — رپورٹ 36

Human Nature in the Context of Islamic Conception — Mahnoor Fatima 39

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر/ چیک/ ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ. وَ اِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌ ۢ بِهِمۡ ۚ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ. (الاعراف،۷: ۱۷۰، ۱۷۱)

’’اور جو لوگ کتاب (الٰہی) کو مضبوط پکڑے رہتے ہیں اور نماز (پابندی سے) قائم رکھتے ہیں (تو) بے شک ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اور (وہ وقت یاد کیجیے) جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو (یوں) بلند کر دیا جیسا کہ وہ (ایک) سائبان ہو اور وہ (یہ) گمان کرنے لگے کہ ان پر گرنے والا ہے۔ (سو ہم نے ان سے فرمایا، ڈرو نہیں بلکہ) تم وہ (کتاب) مضبوطی سے (عملاً) تھامے رکھو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ان (احکام) کو (خوب) یاد رکھو جو اس میں (مذکور) ہیں تاکہ تم (عذاب سے) بچ جاؤ‘‘۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ ﷺ عَنْ لَاحِقِ بْنِ الْعِيزَارِ الْيَمَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ قَالَ: ﴿اسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ غَفَرَ اللهُ لَهُ مَا سَلَفَ مِنْ جُرْمِهِ إِنْ كَانَ مُخْلِصًا. أَخْرَجَهُ فِي مُسْنَدِهِ.

’’حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے پڑھا: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ ’’میں، اللہ بلند و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا، سب کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے؟‘‘ اگر اس نے اخلاص (سے یہ پڑھا تو) اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ بخش دے گا‘‘

رَوَى أَبُوحَنِيفَةَ ص عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ اللهَ جَعَلَ الشِّفَاءَ فِي أَرْبَعَةٍ: الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ وَالْحِجَامَةِ وَالْعَسَلِ وَمَاءِ السَّمَاءِ. أَخْرَجَهُ فِي مُسْنَدِهِ

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں میں شفاء رکھی ہے: سیاہ دانہ (یعنی کلونجی)، پچھنے لگوانا (یعنی سرجری)، شہد اور بارش کا پانی۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۸۸۷، ۸۹۰)

خواب

ہو بندۂ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کہ نگہ فکر و عمل کے لئے مہمیز
اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہوجاتی ہے خاکِ چمنستان شرر آمیز
(کلیات اقبال، ضرب کلیم ص۹۰۴)

تعبیر

ہر قسم کی احتیاج کو پورا اور ہر طرح کے خوف کو دور کرنا ہی ہمارا مقصد نہیں ہونا چاہئے بلکہ وہ آزادی، وہ اخوت، وہ مساوات بھی حاصل کرنی چاہئے جس کی تعلیم ہمیں اسلام نے دی ہے۔

(کراچی کارپوریشن، 25 اگست 1947ء)

تکمیل

دنیا میں ہم سب کی بقاء اور عافیت قرآن میں ہے۔
شک اور تردد میں پڑنے کی بجائے قرآن اور رسول ﷺ کے فرمان پر جم جانے میں ہی ہماری سلامتی ہے۔ دنیا کی ہر بات میں کمی بیشی ہوسکتی ہے لیکن قرآن کی بات میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ کسی اندازے اور تجزیئے سے بات نہیں کرتے بلکہ ان کا کلام سراسر وحی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے جو لوگ اللہ اس کے رسول ﷺ کی بات کو مان لیتے ہیں تو پھر اللہ ان کو ہدایت دیتا ہے۔ متقین وہ لوگ ہیں جو بن دیکھے اللہ کی بات کو مان لیتے ہیں جس شخص نے کامل یقین کے ساتھ اللہ کے قرآن کو مان لیا تو پھر اس کے لئے ہدایت ہے اس کے بعد نماز کا حکم دیتا ہوں لیکن اگر ہم میں یقین ہی نہیں تو نماز کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی، بعنوان ایمان اور صبر، مجلّہ منہاج القرآن اگست 2015ء

اداریہ

عیدالاضحیٰ اور بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داریاں

اسلامیان پاکستان اور ملت اسلامیہ کو عیدالاضحیٰ کی مبارکباد دیتی ہیں، اللہ رب العزت عید الاضحیٰ کے مقدس ایام کی زیادہ سے زیادہ برکتیں سمیٹنے اور ہمیں قربانی کے اصل فلسفہ اور فضلیت و اہمیت کے مطابق حقوق و فرائض اور عبادات انجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے، اسلامی اصطلاح میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اس کے راستے میں جو چیز بھی دی جائے وہ قربانی ہے، قربانی کی عبادت کی اہمیت وفضیلت براہ راست تعلق نیت سے ہے، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ کسی بھی شخص کی طرف سے قربان کیے گئے جانور کا خون اللہ کے پاس پہنچتا ہے اور نہ ہی گوشت، اللہ کے پاس وہ نیت پہنچتی ہے جس کا ارادہ باندھا جاتا ہے، جس نیت اور اخلاص کے ساتھ اللہ کے راستے میں قربانی دی جائے گی اس کی اتنی ہی فضیلت اور قبولیت ہوگی، اگر ہم دین اسلام کے شرعی، فقہی، اخلاقی، تربیتی اور دعوتی پہلوؤں پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں ہر جگہ ''انما الاعمال بالنیات'' کا فلسفہ نظر آتا ہے، جو عمل بھی حسن نیت کے ساتھ انجام پذیر ہوگا اس کے انفرادی اور اجتماعی زندگی پر اتنے ہی اچھے اثرات اور ثمرات مرتب ہونگے، امسال عید قربان کورونا وائرس کی وباء کے درمیان آرہی ہے، کورونا وائرس نے سیاسی، سماجی، معاشی، انتظامی، معاشرتی حوالوں کے ساتھ ساتھ مذہبی امور و معاملات پر بھی اثرات مرتب کیے ہیں ، اس کے اثرات بدستور قائم ہیں، اللہ تعالیٰ ملت اسلامیہ اور پوری انسانیت کو اس موذی وباء سے جلد سے جلد نجات دے اور جملہ معاملات زندگی بحال ہوں، حکومت نے امسال اسلامیان پاکستان کو اجتماعی قربانی کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ سماجی فاصلوں کی احتیاطی تدبیر پر عمل پیرا ہوتے ہوئے قربانی کا فریضہ انجام دیا جا سکے، بعض حکومتی بیانات اور اعداد و شمار کے مطابق کورونا وائرس کی وباء میں کمی آرہی ہے اور متاثرین تیزی سے روبہ صحت ہیں، یہ ایک حوصلہ افزاء خبر ہے تاہم جب تک وباء مکمل طور پر ختم نہیں ہو جاتی اس وقت تک احتیاطی تدابیر کا دامن کسی صورت بھی چھوڑنا برخلاف مصلحت ہوگا، الحمدللہ تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سرپرستی میں عرصہ 25 سال سے اجتماعی قربانیوں کا فریضہ انجام دے رہی ہے اور پوری دنیا میں مقیم مسلمانوں کو قربانی کے فریضہ کی ادائیگی اور مستحقین تک گوشت پہنچانے کی سہولت پہنچارہی ہے، امسال بھی احتیاطی تدابیر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اجتماعی قربانی کا فریضہ انجام دینے کے لئے جملہ انتظامات مکمل کیے جا چکے ہیں، کورونا وائرس کی وباء کی وجہ سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر معاشی مسائل نے جنم لیا ہے، آغاز میں کاروبار مکمل طور پر بند رہے اور بعدازاں جزوی بندش کی وجہ سے اقتصادی سرگرمیوں کا پہیہ سست روی کا شکار رہا اور اس کے نتیجے میں یومیہ اجرت پر کام کرنے والے کروڑوں مزدور بیروزگار ہوئے، اس حوالے سے بحیثیت مسلمان ہم سب کی یہ ذمہ داری ہے کہ ہم قربانی کے ایام میں مستحقین اور بیروزگار ہو جانے والے مزدوروں کا بھی خیال رکھیں اور جذبہ ایثار کے تحت انہیں اپنی خوشیوں میں شریک کریں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو اور قربانی کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دلوں کو خوش کرو'۔ اسی طرح حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہؓ اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس (ذبح کے وقت) موجود رہو، اس لئے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تمہارے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے'' اللہ تعالیٰ ہمیں فرامین رسول ﷺ کے مطابق قربانی کا فریضہ انجام دینے اور اس کے فیوض و برکات سمیٹنے کی توفیق دے۔

جو شخص صرف خدا کے لیے کام کرے وہ ضرور ثواب پائے گا

فکرِ شیخ الاسلام

اچھی زندگی گزارنے کا راز کیا ہے؟

ایمان کی بنیاد جاننا نہیں بلکہ ماننا ہے

محنت و یقین سے انسان کو قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

انسان روز اول سے مسافر ہے یہ ہمیشہ مرحلہ وار سفر پر گامزن ہے۔ اچھا سفر اور مقام اس انسان کا ہے جو اپنی اصل پر قائم ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ جن کے والدین جوان عمری میں دنیا سے رخصت ہوگئے ان کے لیے ایک پیغام یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ نعمت نصیب ہے کہ والدین حیات ہیں یا والدین میں سے ایک حیات ہے ان کے لیے نصیحت کا کلمہ یہ ہے کہ جنت کا دروازہ ان کے لیے کھلا ہے۔ والدین کی خدمت اولاد کی بخشش اور جنت میں داخلے کا سبب ہوتی ہے۔ بچوں، نوجوانوں اور پختہ عمر لوگوں کو جنہیں والدین کی نعمت میسر ہے ۔ ذہنوں میں یہ بات جاگزین رکھنی چاہئے کہ والدین کی خدمت سے بڑے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ آفتیں ٹل جاتی ہیں، بڑی رکاوٹیں دور ہوتی ہیں۔ دنیا اور آخرت میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چھوٹی عمر یا زندگی میں جب یہ نعمت موجود ہوتی ہے تو انسانی زندگی کا مزاج ایسا ہے موجودہ نعمت کی قدر نہیں ہوتی۔

جس کو پانی ملتا رہتا ہے اس کو وہ قدر نہیں ہوتی جو پیاسے کو ہوتی ہے۔ صحت مند کو وہ قدر نہیں ہوتی جو بیمار کو ہوتی ہے جن کو اللہ نے دولت سے نوازا ہے ان کو اس کی وہ قدر نہیں ہوگی جو اس نعمت سے محروم لوگوں کو ہوگی۔ اس کی قدر دانی اس شکل میں ہی معتبر ہوتی ہے کہ آپ اچھی زندگی گزاریں۔ اگر آپ نے اچھی زندگی نہیں گزاری تو آپ والدین کے بھی کسی کے کام کے نہیں ہیں کسی اور کے کام کے بھی نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اچھی زندگی کس طرح گزاری جائے اس کا ایک راز ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان اپنی اصل میں رہے۔ اصل وہ خوبی ہے جس پر اللہ رب العزت نے انسان کو تخلیق کیا تھا۔ اسے ایک مخلوق بنا کے انسان کا نام دیا تھا۔ انسان کا نام انس میں سے نکلا ہے۔ یہ انسان کی اصل ہے یہ انسان کی خلقت کی بنیاد ہے۔ انس پیار کو کہتے ہیں۔ انس کے لیے عام طور پر یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں میں فلاں سے مانوس ہوگیا یا میرے بچے مجھ سے مانوس ہیں۔ مانوسیت ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اس سے مانوس ہے۔ ہر شخص اس سے کسی بنا کسی طریقے سے مانوس ہے۔ خواہ وہ اپنے گھر سے یا وہ اپنی بیوی بچوں سے مانوس ہے یا وہ عزیز و اقارب یا خونی رشتوں سے مانوس ہے یا خواہ وہ اپنے فن، پیشے یا ہنر سے مانوس ہے یا وہ اپنے ماحول زندگی سے مانوس ہے۔ کسی بھی انسان کو دیکھیں وہ کسی نہ کسی سے مانوس ضرور ہے۔ اسے مانوس ہونا ہے کیونکہ انس انسان کی خلقت، جبلت اور اصل میں ہے۔ یہ انس کسی چیز سے بھی بڑھتا جائے پختہ ہوجائے، اسے محبت کہتے ہیں۔

عقل مند علم دوست اور کم گو ہوتا ہے

محبت بڑھتی جائے اور پختہ ہوکر کمال کو پہنچ جائے تو اسی کو عشق کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے جب انسان کو پیدا فرمایا تو اس کو معلوم تھا کہ میں انسان کو پیدا کررہا ہوں اور اس کی خلقت میں انس ہے اللہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے جسے ایمان دیتا ہے۔ ایمان اور ابتلاء یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ جب اس کو انسان بنایا تو اس کے اندر انس کا مادہ رکھ دیا اور فرمایا یہاں آزادی کے ساتھ رہو جو جی چاہے کھاؤ، پیو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا یہ انس پر آزمائش رکھ دی۔ کبھی انسان صادق امین ہوتا ہے مگر اس کے اندر خطا ہوتی ہے وہ خطا حبوط کا باعث تو بنتی ہے مگر گراوٹ کا باعث نہیں۔

جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈلوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی فرشتے کو بھیجا فرشتے نے کہا آگ کے اندر آپ کو میری مدد چاہیئے کہ میں تمہاری آگ بجھا دوں۔ آپ نے فرمایا کس لیے آئے ہو۔ اپنے طور پر مدد کرنے آئے ہو۔ اگر اپنے طور پر آئے تو کوئی ضرور نہیں۔ اگر کسی کے بھیجے ہوئے آئے تو وہ مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میرے لیے اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ تم چلے جاؤ

آدم علیہ السلام کو سجدہ جنت میں کروایا گیا۔ سجدہ کروانے سے پہلے فرشتوں کو بتادیا گیا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ ابھی درخت کے قریب نہیں گئے، حبوط نہیں، کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً. (البقرہ، ۲: ۳۰)

''اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں''۔

میں زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ رکھتا ہوں پھر آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء ہوئی اور نام بتائے گئے پھر ان سے سجدہ کروایا گیا۔ سارے مراحل عبور کرواکے فرمایا یہاں رہو۔ آپ اور آپ کی زوجہ حوا بھی جہاں چاہیں رہیں لیکن اس درخت کے پاس نہیں جانا مگر درخت کے قریب لے جایا گیا پھر حبوط کا حکم ہوا تب جاکر زمین میں خلیفہ بنے۔ مگر سارے مراحل سے پہلے اعلان کردیا تھا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو یہ خطا اس منصب خلافت پر فائز کروانے کے لیے کروائی گئی۔ ایسا نہ ہوتا تو جنت سے زمین پر کیوں بھیجے جاتے۔

یہ ساری آزمائشیں ہوتی ہیں۔ آزمائش میں انسان پریشان ضرور ہوتا ہے اسے خبر نہیں ہوتی کہ اس میں میرے لیے بہتری ہے۔ اگر بندے کی نیت میں صدق ہو اس کی طبیعت کے اندر جو انس ہے اس سے اس کا رشتہ نہ ٹوٹے، نافرمانی کا ارادہ نہ آئے بیگانہ نہ بنے۔ ظاہر اور باطن کے ساتھ جوڑا رہے تو خطا بھی ہوجائے اس کے ذریعے بھی مرتبہ بلند کردیا جاتا ہے۔ مرتبہ خطا سے بلند نہیں ہوتا بلکہ خطا ذریعہ بنتی ہے توبہ کا اور توبہ ذریعہ بنتی ہے بلندی کا۔ خطا کے بغیر توبہ ہو تو بندے کے اندر اتنی گریہ و زاری نہیں ہوتی۔ احساس خطا نہ ہو تو بندہ جب توبہ کرتا ہے تسبیح کرتا ہے ذکر کرتا ہے۔ اتنی گریہ و زاری چیخ و پکار نہیں ہوتی۔ وہ تڑپتا نہیں ساری ساری راتیں نہیں جاگتا اگر اس کے ذہن میں خطا کا تصور نہیں ہے کہ خطا ہوئی ہے۔ تو یہ اس کے لیے تسبیح کی مانند ہے جیسے فرشتے کرتے ہیں۔ فرشتوں کے ہاں رونا دونا نہیں کیونکہ خطا نہیں ہوتی۔ اس لیے گریہ و زاری آہ و بکا نہیں۔ اللہ پاک نے یہ دونوں خوبیاں انسان میں جمع کردی ہیں اور ان کے پیچھے انس ہے۔ انس اور محبت نیکی بھی کرواتا ہے، خطا بھی کرواتا ہے، یہ تقویٰ کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ یہ گناہ بھی کرواتا ہے پھر توبہ کی طرف لے جاکر اللہ کی قربت بھی دلاتا ہے۔

دراصل ایمان کی اساس اور بنیاد جاننا نہیں ہے بلکہ ماننا ہے۔ بہت لوگ ہیں جو بہت کچھ جانتے ہیں مگر بہت کچھ جاننے سے ایمان نہیں آتا۔ ایمان ماننے سے شروع ہوتا ہے

بنیادی چیز یہ ہے کہ انس اگر پختہ ہو تو محبت ہے انسان کا امتحان ہے کہ اسے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسے بھی کئی درخت بنا کر گنوائے ہیں کہ اس کے قریب نہیں جانا۔ بہت سی چیزیں کھلی بھی دے دی ہیں یہ بھی کر سکتے ہو جو کھلی چیزیں دی ہیں وہ بے حساب ہیں جو ممنوع کر دی ہیں وہ کم ہیں۔ پھر اللہ ان میں بندے کو آزماتا ہے کہ بندہ میرے ساتھ تعلق کو کتنا نبھاتا ہے۔ میرے امر کو کتنا عزت و احترام دیتا ہے یہ آزمائشیں زندگی میں ابتلا ہوتے ہیں۔ ابتلا، ایمان والوں کے لیے ہوتا ہے طغیان والوں کے لیے نہیں ہوتا۔

دراصل ایمان کی اساس اور بنیاد جاننا نہیں ہے بلکہ ماننا ہے۔ بہت لوگ ہیں جو بہت کچھ جانتے ہیں مگر بہت کچھ جاننے سے ایمان نہیں آتا۔ ایمان ماننے سے شروع ہوتا ہے اس لیے سورہ بقرہ میں ایمان کی اساس سمجھادی۔ تین چیزوں پر ایمان کا مدار رکھا۔ سب سے پہلے کہا شک دور کر دو **لاریب فیه** کیونکہ شک تردد کا نام ہے، شک بندے کو گرداب میں رکھتا ہے، شک جم نہیں دیتا استقامت نہیں دیتا اور بندے کو آگے جانے نہیں دیتا جب شک کی کوئی گنجائش نہ رہے تو پھر بندہ اس قابل ہوجاتا ہے۔ محبوب حقیقی جو کہے گا وہ مان لیتا ہے۔ مرجاتا ہے جی اٹھتا ہے، وہ سوال جواب ہونے ہیں، حشر ہوگا قیامت ہوگی، میزان لگے گا، پل سے گزریں گے، شفاعت ہوگی، دوزخ ہوگی جنت ہوگی۔ سب کچھ نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ دماغ سمجھنے کے قابل ہے نہ تجربہ نے دیکھا ہے۔

جب شک کی کلیتا بیخ کنی ہوجائے گی اور شک کی جگہ نہیں بچے گی تو پھر مالک جو کہے گا بن دیکھے مان لیتا ہے۔ یہ ایمان کا دوسرا درجہ ہے۔ جب بن دیکھے ماننے کا یوں حق ادا کرنے لگے تو اس کو یقین کامل مل جاتا ہے۔ **یومنون بالغیب** کے بعد **وبالآخرۃ ھم یوقنون** بالآخر وہ صاحب یقین ہوجاتا ہے۔ اس پر آگ بھی گلزار ہوجاتی ہے۔ اس سے پہلے گلزار نہیں ہوتی آگ تو آگ ہے اس کا کام جب ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں پھنکوا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی فرشتے کو بھیجا فرشتے نے کہا آگ کے اندر آپ کو میری مدد چاہئے کہ میں تمہاری آگ بجھا دوں۔ آپ نے فرمایا کس لیے آئے ہو۔ اپنے طور پر مدد کرنے آئے ہو۔ اگر اپنے طور پر آئے تو کوئی ضرور نہیں۔ اگر کسی کے بھیجے ہوئے آئے تو وہ مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے کہ میرے لیے اچھائی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ تم چلے جاؤ۔ تب فرمایا **یا النار قوتی بردا و سلاما علی ابراھیم** پھر نار گلزار ہوگئی۔

یہ یقین کا آخری مرحلہ ہے سفر شروع ہوتا ہے اس محبت سے اس انس سے جو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے پھر اس کو پالتا ہے پھر اس کو تمام شر سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔ پھر بندہ اس دنیا کی زندگی کو اتنی پاکیزہ گزارتا ہے کہ فرشتے آسمانوں پر اس کی زندگی پر رشک کرتے ہیں۔ کہتے ہیں باری تعالیٰ تو نے اس اسفلین میں ٹھہرایا ہے۔ اعلیٰ علیین سے بھی ستھری زندگی گزارتا ہے۔ محبت اور یقین اس کی پہرا داری کرتا ہے اگر ایسی زندگی گزار کر بندہ اللہ کی طرف جائے اس کا جانا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت سب کو ایسی زندگی عطا فرمائے جس کے نتیجے میں وہ سفر سب سے اعلیٰ بن جائے وہ ملاقات جو اس سفر کے بعد وہ بڑی مقبول ملاقات بن جائے۔

☆☆☆☆☆

فلسفہ قربانی تاریخ فضیلت و اہمیت

اللہ کی رضا کیلئے اللہ کے راستے میں دی جانے والی ہر چیز قربانی ہے

قربانی کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل و قابیل سے ہوئی

ھابیل نے مینڈھے کی قربانی کی اور قابیل نے کچھ غلہ صدقہ کیا

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

قربانی کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

قربانی عربی زبان کا لفظ ہے جو قرب سے مشتق ہے۔ قرب کسی چیز کے نزدیک ہونے کو کہا جاتا ہے۔ اسلام میں قربانی کے لیے نسک، نحر، ہدی، قلائد، بھیمیہ الانعام، بدنہ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جب کہ دیگر مذاہب میں اسے قربان، بھینٹ، بلوٹان، تھوسیا، یگیا اور قربانیاں جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں قربانی کا ایک خاص مفہوم ہے۔ امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں لکھتے ہیں۔ قربانی سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ کی رضا جوئی کی جائے۔

(امام راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ۲: ۲۸۳)

عربی زبان میں قربانی کو اضحیہ بھی کہتے ہیں۔

(امام الطبرانی، المعجم الکبیر، ۲: ۸۵)

دسویں ذی الحجہ کو جس میں قربانی کی جاتی ہے۔ عیدالاضحیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں قربانی اس حلال جانور کو کہتے ہیں جسے عیدالاضحیٰ (بقر عید کے روز) گیارہویں یا بارہویں ذی الحجہ تک مستحب یا واجب ہونے کے اعتبار سے اللہ کی راہ میں ذبح یا نحر کرتے ہیں۔ (الحدائق الناضرہ، ۱۷، ۱۹۹، محمد حسن نجفی، جواہرالکلام، ۱۹: ۲۱۹)

عیدالاضحیٰ یا عید قربان دین اسلام کے پیروکاروں کا دوسرا عظیم تہوار ہے جو اپنی اہمیت، فضیلت، معنویت اور روحانیت کے حوالے سے کئی نمایاں خصوصیات کا حامل ہے۔

قربانی کی ابتدا و تاریخ:

قرب الٰہی کے حصول کے لیے حلال جانور کو ذبح کرنے کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی قربانی سے شروع ہوئی۔ یہ سب سے پہلی قربانی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ. (المائدۃ، ۵: ۲۷)

’’(اے نبی مکرم!) آپ ان لوگوں کو آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں (ہابیل و قابیل) کی خبر سنائیں جو بالکل سچی ہے جب دونوں نے (اللہ کے حضور ایک ایک) قربانی پیش کی سو ان میں سے ایک (ہابیل) کی قبول کر لی گئی اور دوسرے (قابیل) سے قبول نہ کی گئی‘‘۔

اگرچہ ان دونوں کا نام بیان نہیں ہوا لیکن تاریخی واقعات میں اس معنی کی بہت تاکید ہوئی ہے کہ جس طرح قربانی قبول ہوئی وہ ہابیل تھے اور جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی وہ قابیل تھے۔ (شیخ طبرسی، مجمع البیان طبرسی، ۳: ۲۸۳)

علامہ ابن کثیر نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ہابیل نے مینڈھے کی قربانی کی اور قابیل نے کھیت کی پیداوار میں سے کچھ غلہ صدقہ کر کے قربانی پیش کی۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق آسمانی آگ نازل ہوئی۔ ہابیل کے مینڈھے کو کھالیا، قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، ۲: ۵۱۸)

اللہ تعالیٰ نے قابیل کی قربانی نہ ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قابیل بے تقویٰ تھے جیسا کہ ہابیل کی قربانی کے قبول ہونے کی وجہ تقویٰ تھا۔ قربانی کی قبولیت کے بعد عالم بشریت میں پہلی جنگ ہوئی قابیل نے ہابیل کو دھمکی دی اور پھر قتل کر کے خسارہ والوں میں داخل ہوگیا۔ (مائدہ:۳۰)

قربانی کی خاص شناخت حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کے واقعہ سے ہوتی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیمؑ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ یہ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ننھے اسماعیلؑ کو اس بنجر اور ویران علاقے میں چھوڑ دیا جسے اب مکہ معظّمہ کہتے ہیں اور جو مسلمانوں کا قبلہ ہے۔

یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کا بیٹا اس قابل ہوگیا کہ باپ کے ساتھ چل کر ان کے کاموں میں مددگار بن سکے تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ سعادت مند بیٹا بھی تو خلیل کا بیٹا تھا کہنے لگے: ابا جان آپ وہ کام کر گزریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

جب باپ بیٹا قربانی کے لیے تیار ہوئے اور باپ نے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے چہرہ کے بل کروٹ پر لٹا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اے ابراہیم آپ نے خواب کو سچا کر دکھایا‘‘۔ (الصافات، ۳۷:۱۰۴۔۱۰۷)

مفسرین کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ایمان وخلوص کے درجات عیاں ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مینڈھا آ گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کی اسی قربانی کی یاد میں مسلمان ہر سال 10 ذی الحج کو عیدالاضحیٰ مناتے ہیں اور جانوروں کی قربانی کر کے سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ قربانی کے عمل میں واقعہ ذبح اسماعیل علیہ السلام کو خاصہ دخل ہے۔ اس لیے نسبت ان کی طرف کی گئی ہے اس واقعہ میں نوع انسانی کے لیے بڑی نصیحت ہے کہ ہم نے اقرار کیا ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ ہمارا نہیں اللہ کا ہے۔ ہم اللہ کے حکم پر چلیں گے اور اس کے حکم پر اپنی خواہشات سے بے پرواہ ہو جائیں گے۔

قربانی کی تاریخ و ابتدا:

اگرچہ قربانی کی ابتداء حضرت آدمؑ کے بیٹوں سے ہوئی لیکن ان پر ختم نہیں ہوئی۔ تقریباً ہر مذہب کے لوگ اور مختلف قبائل کے لوگ قربانی دیتے رہے ہیں۔ عموماً قربانی کے فریضے کی ادائیگی کے لیے جانور اور مال منتخب کیے جاتے۔ تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کئی مذاہب میں دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے بھی انسانوں کو بھینٹ چڑھا دیا جاتا تھا۔ ہندو مذہب میں قربانی پر تصور موجود ہے، اس مذہب میں جانوروں کو ذبح کرنا یگیا (قربانی) کے لیے گھی، اناج، مصالحوں اور لکڑی وغیرہ کو آگ میں پھینکا جاتا ہے اس موقع پر منتر اور اشلوک پڑھے جاتے ہیں۔ ویدوں کے زمانے میں یگیا کے لیے دودھ، ملائی، گھی، اناج اور کچھ پودوں کا استعمال کیا جاتا لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہندو دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیے معصوم انسانوں کو ان کی بھینٹ چڑھانا قابل فخر سمجھتے ہیں۔ قربانی پر تصور اب بھی موجود ہے عموماً یہ انسانی قربانیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

قبل از اسلام مصری دریائے نیل کی روانی برقرار رکھنے کے لیے ایک خوبصورت کنواری دوشیزہ کو زیورات سے سجا کر دریا کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ یہ قبیح رسم اسلام کی آمد کے بعد عہد فاروقی میں ختم ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں عمرو بن العاصؓ مصر کے گورنر مقرر ہوئے۔ سال میں وہ وقت بھی آ گیا جب دریائے نیل خشک ہو کر قربانی مانگنے لگا۔ لوگ دریائے نیل کے لیے قربانی تیاریاں کرنے لگے۔ جس دن قربانی دی جاتی تھی حضرت عمرو بن العاصؓ سخت پریشان ہو کر دریائے نیل کے کنارے جا پہنچے دیکھا کہ لوگ پندرہ سالہ لڑکی کو لے کر دریا کے کنارے جا پہنچے تھے۔ لوگوں نے سمجھا کہ حضرت عمرو بن العاصؓ بھی ان کی طرح قربانی کا منظر دیکھنے آئے ہیں لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ کے دریافت کرنے پر لوگوں نے تفصیل بتائی کہ دریائے نیل روانی کے لیے ہر سال انسانی قربانی مانگتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ ظلم ہے اسلام ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ فضول باتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے۔ آئندہ ایسا نہیں کرو گے دریائے نیل

خشک ہونے سے زمینیں بنجر ہوگئیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خط لکھ کر تفصیل بتائی۔ جواباً حضرت عمر فاروقؓ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا۔ یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطابؓ کی طرف سے دریائے نیل کے نام تھا۔

''اے دریا! اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو ہم بھی اللہ سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور تو اللہ کے حکم سے جاری ہوگا اور اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے اور اپنی مرضی سے رک جاتا ہے تو پھر میری کوئی پرواہ اور ضرورت نہیں''۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا اس دن سے اب تک دریائے نیل جاری و ساری ہے ایک لمحے کے لیے بھی اس کا پانی خشک نہیں ہوا۔

جنوبی امریکہ، افریقہ، انڈونیشیا، جرمن اور سکینڈے نیویارک کے بعض قبائل اپنے دیوتاؤں کے غضب سے بچنے کے لیے ان کی رضا کے حصول کے لیے کسی نئی عمارت کی تعمیر یا بادشاہ کی موت اور اچانک ٹوٹنے والی آفت کے وقت ایک انسان کی بجائے سینکڑوں انسانوں کی قربانی کرتے تھے یہ جن انسانوں کی قربانی کرتے تھے۔عموماً دشمن قبیلے کے ہوتے تھے۔ ہسپانوی مہم جوئیوں نے جب میکسیکو کو فتح کیا تو بڑی تعداد میں ہسپانوی لوگوں نے وحشی قبائل کو کلیر کیا وہ ان کو قربان کرنے والے تھے کہ انہیں بچا لیا گیا۔

قدیم یونانی بھی انسانی قربانی کے قائل تھے یہ قربانی کے لیے بچے، نوجوان، مرد اور عورتوں کو استعمال کرتے تھے۔جس کی تصدیق ان کی ہڈیوں سے ہوتی ہے جنہیں آثار قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کے دوران برآمد کیا قلعہ کریٹ سے ملنے والی بچوں کی ہڈیوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں ذبح کیا گیا۔ ایتھنز کے لوگ قربانی کے لیے بار برداری میں جوتے جانے والے بیل کی قربانی دیا کرتے تھے۔ یہ سینکڑوں بیل قربان کرتے ان کا گوشت پکا کر دعوت دی جاتی۔ اس موقع پر سرکاری میلہ بھی سجایا جاتا تھا۔ یہ اپنے سمندری دیوتا پوسیڈن اور منورٹا کو خوش کرنے کے لیے انسانوں کی قربانی دیا کرتے تھے قربانی کے لیے سات نوجوان مرد اور سات نوجوان عورتوں کو کریٹ بھیجا جاتا تھا۔

روم کے صوبہ شام کے شہر دومۃ الجندل کے لوگ ہر سال خاص انداز سے ایک شخص کا انتخاب کرتے اور اپنے خداؤں اور بتوں کے حضور اسے قربان کر دیتے پھر اس کا جسم قربان گاہ کے قریب دفن کر دیتے تھے۔

عرب کے بہت سے قبائل جب کسی جنگ میں کامیاب ہوجاتے تو مغلوب قوم کے اموال لوٹ لیتے ان کے لوگوں کو قیدی بنالیتے اس فتح کے شکرانے میں جو کام سرانجام دیتے ان میں سے ایک یہ تھا کہ قیدیوں میں سے خوبصورت ترین شخص کو اپنے بتوں کے حضور قربان کر دیتے۔ اس کے خون کو کامیابی کے تسلسل کے لیے اپنے سر اور چہرے پر ملتے۔ اسلام سے قبل مشرکین مکہ بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ یہ قربانی سنت ابراہیمی کے مطابق جانوروں یعنی اونٹ، بھیڑ، بکریوں وغیرہ کی کی جاتی تھی۔ علاوہ ازیں عرب خصوصی منتیں مان کر بھی اولاد کی قربانی دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آپﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی قربانی کا واقعہ ہے۔

جب حضرت عبدالمطلب زمزم کا کنواں جو گمنام ہو چکا تھا اسے الہام الٰہی سے نشان دہی ملنے کے بعد کھودنے لگے تو انہیں دشواری ہوئی تو انہوں نے منت مانی کہ اگر میرے دس بیٹے ہوں تو میں ان میں سے ایک کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کردوں گا۔ ان کے بیٹے ہوئے تو انہوں نے قرعہ اندازی کی جس میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا جو ان کے چہیتے بیٹے تھے۔

حضرت عبدالمطلب انہیں قربان گاہ کی طرف لے گئے تو ان کے بھائیوں اور قبیلے کے دوسرے لوگوں کے اصرار پر حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ مگر نام حضرت عبداللہ کا ہی نکلا پھر تعداد بڑھائی گئی مگر ہر بار قرعہ میں نام حضرت عبداللہ کا ہی نکلتا۔ آخر کار سو اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا تو اونٹ پر قرعہ نکلا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ کی جگہ سو اونٹوں کی قربانی کی گئی۔ (طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام، جلد اول)

انسانی نسل کی تمام نمایاں تہذیبوں میں قربانی کا تصور کسی نہ کسی طرح موجود رہا ہے۔ یہ کوئی رسم نہیں بلکہ اس کا رشتہ قدیم ترین مذہبی عبادات سے جڑتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض ادیان میں جانور کی قربانی اصلاً ممنوع ہے مثلاً بدھ مت اور ہندو مت کے ہاں جانور کی قربانی ممنوع ہے۔ بدھ مت میں تو اب بھی یہی تصور پایا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زرتشت کے ہاں کہ جانور کی قربانی کا تصور نہ تھا اور بعد

میں اس کے ماننے والوں نے قربانی شروع کی۔

یہود بھی قربانی کرتے تھے جب ان کے پیغمبر ان کو قربانی کا حکم دیتے تھے تو وہ آبادی سے باہر قربانی کے جانور کو پہاڑ یا کسی اونچی جگہ چھوڑ دیتے پیغمبر کی دعا سے تھوڑی دیر کے بعد ایک خاص آگ اتر کر اسے جلا کر رکھ دیتی تھی اب یہودی اہل فصیح کے موقع پر ایک سالہ بھیڑ کے بچے کی قربانی کرتے ہیں۔ اس میں غیر یہودیوں کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عید فصیح کے پچاسویں دن یوم خمس منایا جاتا ہے اس میں سات بھیڑیں یا بیل اور دو دنبے کیے جاتے ہیں اور غریب غربا کو دعوت پر بلایا جاتا ہے۔

سابق انبیا کرام کی شریعتوں میں قربانی کا تسلسل حضرت عیسیٰؑ کی بعثت تک پہنچتا ہے۔ عیسائی قربانی کرتے تھے۔ بائبل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ملتا ہے جس میں انھوں نے بیٹے کو قربانی کے لیے چنا۔ بائبل اس کا نام حضرت اسحاقؑ بتاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کے مطابق وہ حضرت اسماعیلؑ تھے۔ دین اسلام میں 10 ذوالحجہ کو قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب کے برعکس اس مذہب میں ہر صاحب نصاب خود قربانی کرسکتا ہے۔ قربانی 10، 11، 12 ذوالحجہ کو کسی بھی دن کی جاسکتی ہے۔ اس مذہب میں قربانی کے واضح احکام ملتے ہیں۔ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام کے تصور قربانی کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

قرآن حکیم میں قربانی کا بیان:

ا۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر قربانی کی حقیقت اور فضیلت کا ذکر ملتا ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ج فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ط وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ.

''اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے پس تم (انہیں) قطار میں کھڑا کر کے (نیزہ مار کر نحر کے وقت) ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب وہ اپنے پہلو کے بل گر جائیں تو تم خود (بھی) اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے (محتاجوں) کو (بھی) کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم شکر بجا لاؤ۔ ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے، اس طرح (اللہ نے) انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم (وقتِ ذبح) اللہ کی تکبیر کہو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی ہے، اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں''۔ (الحج،۲۲: ۳۶،۳۷)

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

''اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجا لاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہوگیا ہو)''۔ (الحج، ۲۲: ۳۲)

امت مسلمہ سے قبل جتنی امتیں گزری ہیں ان میں قربانی کا طریقہ یہ تھا کہ قربانی ذبح کرنے کے بعد وقت کے نبی علیہ السلام قربانی کی قبولیت کی دعا مانگتے اور آسمان سے ایک آگ اتر کر اسے کھا جاتی جو قربانی کی قبولیت کی علامت تھی۔ امت محمدیہ پر خاص انعام ہوا کہ قربانی کا گوشت ان کے لیے حلال کردیا گیا۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ. (آل عمران،۳: ۱۸۳)

''جو لوگ (یعنی یہود حیلہ جوئی کے طور پر) یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں یہ حکم بھیجا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ (اپنی رسالت کے ثبوت میں) ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ (آ کر) کھا جائے''۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. (الانعام،۶: ۱۶۲)

''فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

اس آیت کریمہ میں نسک سے مراد قربانی ہے۔ وہ جانور جو تقرب الٰہی کے حصول کے لیے ذبح کیا جائے نسک کہلاتا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ لفظ نسک قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

قربانی کے حکم کو ایک اور انداز سے یوں بیان کیا ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ. (الکوثر،۱۰۸:۲)

''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکر ہے)''۔

لِّیَشۡهَدُوۡا مَنَافِعَ لَهُمۡ وَیَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ فِیۡۤ اَیَّامٍ مَّعۡلُوۡمٰتٍ عَلٰی مَارَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِیۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ ۚ فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡبَآئِسَ الۡفَقِیۡرَ. (الحج،۲۲: ۲۸)

''تاکہ وہ اپنے فوائد (بھی) پائیں اور (قربانی کے) مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں، پس تم اس میں سے خود (بھی) کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو (بھی) کھلاؤ''۔

اس آیت کریمہ میں بھی قربانی ہی کا ذکر ہے۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلۡنَا مَنۡسَكًا لِّیَذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمۡ مِّنۡۢ بَهِیۡمَةِ الۡاَنۡعَامِ. (الحج،۲۲: ۳۴)

''اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں''۔

حدیث مبارکہ میں قربانی کا بیان:

عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من ابراق الدم وانہ اتی یوم القیامة بقرو انا و اشعار ھا وظلا فیھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع باالارض فطیبوا بھا نفسا. (محمد عیسیٰ ترمذی، جامع ترمذی، ص: ۱۴۹۳۶)

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم (انسان) نے قربانی کے دن کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ ہو اور قیامت کے دن وہ ذبح کیا ہوا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوجاتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی وجہ سے (قربانی کرکے) اپنے دلوں کو خوش کرو''۔

عن زید بن ارقمؓ قال: قال اصحاب رسول اللہ: یارسول اللہ! ما ھذہ الاضاحی؟ قال: سنة ابیکم ابراھیم علیہ السلام، قالوا: فما لنا فیھا یارسول اللہ؟ قال: بکل شعرة حسنة، قالوا: قال اوف؟ یارسول اللہ! قال: بکل شعرہ من الصوف حسنة. (امام ولی اللہ۔۔۔۔۔۔ص:۲۹)

''حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے فرمایا: تمہارے باپ ابراہیمؑ کا طریقہ (یعنی ان کی سنت) ہے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ پھر اس میں ہمارے لیے کیا (اجرو ثواب ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جانور کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی، انہوں نے عرض کیا کہ دنبہ وغیرہ اگر حج کریں تو ان کی) اون (میں کیا ثواب ہے؟) فرمایا کہ اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی''۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ فی یوم الضحیٰ ماعمل آدمی فی ھذا الیوم افضل من دم لراق بالا ان یکون رحما توصل. (حافظ ابن حجر عسقلانی الترغیب والترہیب،۲: ۷۷۳)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے عیدالاضحیٰ کے دن ارشاد فرمایا آج کے دن کسی آدمی نے خون بہانے سے زیادہ افضل عمل نہیں کیا اگر کسی رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک اس سے بڑھ کر ہوتو ہو''۔

عن علیؓ ان رسول اللہ ﷺ قال: فاطمہ قومی فاشھدی اضحیتک فان لک باول قطرہ تقطر من دمھا مغفرہ لکل ذنب ما لہ یجاء بلعمھا ودمھا توضع فی فیرانک سبعین منعفا قال ابو سعید: یارسول اللہ ھذا الا محمد خاصة فانھم اھل لما خصوبہ من الخیر وللمسلمین عامة لا محمد خاصة وللمسلمین عامة.

(الترغیب والترہیب،۲: ۲۷۷، ۲۷۸)

''حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس (ذبح کے وقت) موجود رہو۔ اس لیے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی تمہارے تمام گناہ معاف ہوجائیں گے۔ ہر قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون

کے ساتھ لایا جائے گا اور تمہارے ترازو میں ستر گنا (زیادہ) کرکے رکھا جائے گا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے عرض کیا اللہ کے رسولﷺ! یہ فضیلت خاندان نبوت کے ساتھ خاص ہے جو کسی بھی خیر کے ساتھ مخصوص ہونے کے حقدار ہیں یا تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ فرمایا یہ فضیلت آل محمد کے لیے خصوصاً ہے اور عموماً تمام مسلمانوں کے لیے بھی ہے''۔

عن علیؓ عن النبیﷺ قال: یا ایھا الناس اضحوا واحتسبوا بدمائھا فان الدم وان وقع فی الارض فانه یقع فی حرز اللہ عزوجل. (الترغیب والترہیب،۲، ۲۷۷۔ ۲۷۸)

''حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا: اے لوگو! تم قربانی کرو اور ان قربانیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب کی امید رکھو۔ اس لیے کہ (ان کا) خون اگرچہ زمین پر گرتا ہے لیکن وہ اللہ کے حفظ و امان میں چلا جاتا ہے''۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللہﷺ ما انفقت الورق فی شی حب الی اللہ من نحر ینحر فی یوم عید. (الترغیب والترہیب،۲: ۲۷۷۔ ۲۷۸)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا چاندی (یا کوئی بھی مال) کسی ایسی چیز میں خرچ نہیں کیا گیا جو اللہ کے نزدیک اس اونٹ سے پسندیدہ ہو جو عید کے دن ذبح کیا گیا ہو''۔

عن ابی ھریرةؓ قال: قال رسول اللہﷺ من وجد سعة لان یضحیٰ فلم یضح فلا یحضر معلانا. (الترغیب والترہیب)

''حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جو شخص قربانی کی گنجائش رکھتا ہو پھر بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے''۔

نبی اکرمﷺ نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام کے دوران ہر سال قربانی دی اور صحابہ کرام علیہم اجمعین کو بھی قربانی کرنے کا حکم دیا اور اس کے احکام سکھائے۔ آپﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ قربان فرمائے جن میں سے تریسٹھ خود اپنے دست مبارک سے راہ خدا ذبح فرمائے۔

وجوب قربانی کے احکام و شرائط:

قربانی کے چند احکام درج ذیل ہیں:

قربانی کرنے والا مسلمان، عاقل، بالغ مرد یا عورت، مقیم ہو یا مسافر اتنا مال دار ہو کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر کرتا ہو یعنی ہر صاحب نصاب میاں، بیوی پر الگ الگ قربانی واجب ہے۔ یاد رہے کہ زکوٰۃ کی طرح قربانی کے لیے بھی نصاب کا سال بھر تک باقی قائم رہنا شرط نہیں قربانی قدرت ممکنہ پر واجب ہے۔ خواہ قربانی کرنے والا کہیں بھی رہتا ہو۔ قربانی کے جانور صحت مند، تندرست ہونا ضروری ہے۔ اونٹ پانچ برس کا بھینس دو برس کی، بکرا ایک برس کی بھیڑ چھ چھ ماہ کی بھی ہوسکتی ہے بشرط یہ کہ وہ فربہی کے سبب سال بھر کی معلوم ہوتی ہو ورنہ سال بھر کی ہونی چاہئے۔ اس سے کم عمر جانور کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

قربانی کے گوشت کی تقسیم:

قربانی کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ اپنے کے لیے، دوسرا دوست احباب کے لیے اور تیسرا حصہ فقہ اور مساکین کے لیے قربانی کا گوشت اندازہ سے نہیں بلکہ وزن سے تقسیم کرنا بہتر ہے۔ قربانی کے جانور کو بائیں پہلو قبلہ رخ لٹا کر ذبح کرنا چاہئے۔

قربانی کا فلسفہ:

عیدالاضحیٰ پہ کی جانے والی قربانی ہمیں درس دیتی ہے کہ ہر مسلمان کی خوشی و مسرت عیش وعشرت، امن وسکون، اضطراب و پریشانی اور محبت و نفرت سب رضائے الٰہی کے تابع ہونی چاہئے۔ مسلمان کا جینا، مرنا اس کی نماز اور روزے سب اللہ کے لیے ہو۔ اس سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول ہونا چاہیے۔ بلاشبہ قربانی کا مقصد اللہ کی رضا جوئی ہے لیکن امت محمدیہﷺ تمام پچھلی امتوں پر قربانی کے حوالے سے اس پر سبقت لے گئی کہ یہ کام ہمارے دین کے کاموں میں شمار کیا گیا ہے۔ مسلمان کی روح قربانی سے پاکیزگی حاصل کرتی ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر38 پر ملاحظہ فرمائیں) ☆☆☆☆

حرمت والے مہینوں کا قرآنی فلسفہ

مقدس مہینوں میں جنگ و جدل ممنوع ہے

حکم ہے نیکی اور تقویٰ کی راہ میں ایک دوسرے کے دست راست بنو

شعائر اللہ سے مراد مراسم حج ہیں اور سب پر اس کا احترام لازم ہے

ڈاکٹر فرخ سہیل

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر36 میں پروردگار عالم ارشاد فرمارہا ہے کہ

''مہینوں کی تعداد خدا کے نزدیک کتاب میں جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ بارہ ہے جن میں سے چار مہینے ماہ حرام ہیں اور ان میں جنگ کرنا ممنوع ہے۔ یہ اللہ کا ثابت و قائم آئین ہے۔ لہذا ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو''۔

سورہ مبارکہ میں پروردگار عالم کا ارشاد ہورہا ہے کہ جب سے آسمان و زمین کی تخلیق کی گئی مہینوں کی تعداد بارہ ہے یعنی جس دن سے نظام شمسی نے موجودہ شکل اختیار کی ماہ و سال موجود ہیں اور سال کے ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں کہ جن میں جنگ و جدل حرام ہے۔ بعض مفسرین کے مطابق ان چار مہینوں میں جنگ کی حرمت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دور سے ہے اور یہ زمانہ حرمت جاہلیت کے عربوں میں بھی پوری قوت سے ایک سنت کے طور پر موجود تھی۔ اگرچہ اپنے میلانات اور ھوا و ہوس کے مطابق کبھی کبھی وہ ان مہینوں کو آگے پیچھے کرلیتے تھے لیکن اسلام میں یہ ماہ غیر متغیر ہیں۔ ان میں تین مہینے یکے بعد دیگرے ہیں اور وہ ہیں ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم۔ ایک ماہ الگ اور وہ رجب ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں تین ماہ ''سرد'' (یکے بعد دیگرے) اور ماہ ''فرد'' (اکیلا) ہے۔

لہذا ان مہینوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ کو ممنوع کردیا ہے ماسوائے اس صورت میں کہ جب وہ دشمن کی طرف سے مسلط کی جائے۔ ورنہ ان حرام مہینوں کی مکمل حرمت کو قائم رکھنا مسلمانوں پر لازم ہے لیکن اگر دشمن کی طرف سے اس حرمت کو توڑا جائے تو اس کا جواب دیا جائے۔ اسی لیے قرآن معجز بیان میں ارشاد ہوا کہ یہ پروردگارِ عالم کا قائم و دائم اور ناقابل تغیر آئین ہے نہ کہ عربوں کی باطل رسوم اور ان کی ہوا و ہوس اور خواہشات کو پورا کرنا۔

تفسیر برہان کی روایت کے مطابق ان چار ماہ میں جنگ کی یہ حرمت دین ابراہیمی کے علاوہ یہود و نصاریٰ اور دیگر آسمانی ادیان میں بھی ہے اور **ذلک الدین القیم** اسی لیے فرمایا گیا ہے اور اس نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ یہ پہلے سے ایک مستقل قانون ثابت طور پر موجود تھا۔

اس آیت میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم روا نہ رکھو اور ان کا احترام زائل نہ کرو اور اپنے تیئں دنیا کی سزاؤں اور آخرت کے عذابوں میں مبتلا نہ کرو۔

آیت نمبر37 میں ارشاد باری تعالیٰ ہورہا ہے۔

''نسیٔ (حرام مہینوں کی تقدیم و تاخیر) مشرکین کے کفر کی زیادتی ہے کہ جس کی وجہ سے کافر گمراہ ہوجاتے ہیں۔ ایک سال اسے حلال اور دوسرے سال اسے حرام

کردیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی تعداد کے مطابق ہوجائے کہ جنہیں خدا نے حرام کیا ہے اور اس طرح سے خدا کے حرام کردہ کو حلال شمار کریں''۔

اس آیہ مبارکہ میں زمانہ جاہلیت کی ایک رسم بد یعنی مسئلہ نسیئ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حرمت والے مہینوں کو ادل بدل کرنا کفر کی زیادتی کی وجہ سے ہے۔ اس عمل حرام کے ذریعے بے ایمان لوگ گمراہی کے مرتکب ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ کبھی کسی ایک مہینے کو حلال شمار کرتے ہیں اور کبھی کسی دوسرے مہینے کو تاکہ وہ اپنے گمان اور مرضی سے خدا کے معین کردہ حرام مہینوں کی تعداد پوری کرلیں جیسا کہ ان چار مہینوں میں جنگ کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ طویل المدت جنگوں کا خاتمہ ہوسکے اور صلح و آشتی کی دعوت دی جاسکے کیونکہ اگر جنگجو قبائل سال میں ان حرمت کے چار مہینوں میں ہتھیار رکھ دیں گے تو خود بخود جنگ کے خاتمے کا امکان پیدا ہوجائے گا کیونکہ ایک کام کو چھوڑ کر نئے سرے سے شروع کرنا ہمیشہ مشکل ہوتا ہے اور اگر یہی کام متواتر جاری رہے تو وہ زیادہ آسان ہوتا ہے۔ لیکن اگر دشمن اس اسلامی قوانین سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے حرام مہینوں کی حرمت کو پامال کردے تو پھر مسلمانوں کو بھی جوابی کاروائی کی اللہ تبارک تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔

ایک روایت کے مطابق زمانہ جاہلیت میں عرب کبھی ماہ حرام کو موخر کردیتے تھے یعنی محرم کی بجائے صفر کو ماہ حرام قرار دیتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ پہلا شخص جس نے اس طریقے کا آغاز کیا وہ عمرو بن لحی تھا اور بعضوں کے نزدیک اس کام کی ابتدا کرنے والا قلمس تھا جس کا تعلق بنی کنانہ سے تھا۔

حرمت کے مہینوں میں ردو بدل کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلسل تین ماہ کی پابندی عربوں کو مشکل میں ڈال دیتی تھی وہ اسے اپنے تئیں جذبہ جنگ کی کمزوری خیال کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اس عمل سے ان کی فوج کی کارکردگی رک جائے گی اور مستقل جنگ و جدال، غارت گری وخونریزی سے ان کو فطری رغبت تھی اور وہ جنگ و غارت گری کو اپنی زندگی کا حصہ سمجھتے تھے لہذا یکے بعد دیگرے تین مہینوں کی جنگ بندی انہیں گراں گزرتی تھی اور مہینوں کی اس تبدیلی میں اس بات کا احتمال بھی ممکن ہے کہ ماہ ذی الحجہ کبھی موسم سرما میں آجاتا تھا اور یوں حج کے معاملات کی ادائیگی ان کے لیے مشکل ہوجاتی تھی۔ اگرچہ حج کی ادائیگی عربوں کی عبادت میں شامل نہیں تھی بلکہ وہ اسے حضرت ابراہیم کی یادگار کے طور پر ادا کرتے تھے اور اس کے علاوہ یہ بھی کہ انہیں اس عظیم اجتماع پر تجارت اور کاروبار زندگی کے وسیع مواقع حاصل ہوتے تھے۔ لہذا وہ ماہ ذی الحجہ کو کسی دوسرے مہینے میں بدل دیتے تھے تاکہ انہیں دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے ان کی پسند کا موسم مہیا ہوسکے اور یوں ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عربوں کی خصلت کا ذکر کیا ہے وہ شیطانی وسوسوں سے حرام مہینوں کو ادل بدل دیتے تھے اور اس کام کو وہ تدبیر زندگی اور معیشت کے لیے موزوں اور مفید گمان کرتے تھے اور بصورت دیگر حرمت کے مہینوں میں جنگ بندی کرنے کو وہ جنگی مہارت میں رکاوٹ اور کمی تصور کرتے تھے اسی لیے پروردگار نے ان لوگوں کو جو ہدایت کی اہلیت ہی نہیں رکھتے ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور ان کی ہدایت سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے کیونکہ

واللہ لا یدی القوم الکفرین.

حرمت کے مہینوں میں ذی الحجہ ایسا ماہ مبارکہ ہے جس کی فضیلت و بزرگی سورۃ المائدہ کی اس آیت سے بخوبی واضح ہورہی ہے:

''اے ایمان والو شعائر خداوندی کو حلال قرار نہ دو اور نہ ہی حرام مہینہ کو اور نہ بغیر نشانی والی قربانیوں کو اور نہ نشانیوں والی کو اور نہ وہ کہ جنہیں خانہ خدا کے قصد سے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے لاتے ہو اور جب تم حالت احرام سے نکل جاؤ تو پھر شکار کرنا تمہارے لیے کوئی منع نہیں ہے اور وہ گروہ جو مسجد الحرام کی طرف تمہارے آنے میں حائل ہوا تھا۔ اس کی دشمنی تمہیں تجاوز

پر نہ ابھارے اور ہمیشہ نیکی اور پرہیزگاری کی راہ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور تجاوز کی راہ میں ساتھ نہ دو اور خدا سے ڈرو جس کی سزا سخت ہے''۔

مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے کہ شعائر خداوندی کو نہ توڑو اور ان کی حرمت کا خیال رکھو۔ اس آیہ مبارکہ سے مختلف نکات کی وضاحت ہورہی ہے۔

۱۔ شعائر اللہ سے مراد مراسم حج ہیں اور سب پر ان کا احترام لازم ہے۔

۲۔ حرام مہینوں کا احترام لازم ہے اس میں جنگ و جدال ممنوع ہے۔

۳۔ قربانی کے جانور چاہے وہ نشانی والے ہوں یا بغیر نشانی کے انہیں حلال نہ سمجھو۔

۴۔ خانہ خدا کی زیارت کو آنے والے افراد، قبائل میں کوئی امتیاز نہیں رکھنا چاہئے۔

۵۔ شکار کی حرمت زمانہ احرام میں منع ہے۔

۶۔ اپنے ان دشمنوں کو بھی خانہ خدا کی زیارت سے مت منع کرو جنہوں نے تمہیں روکا تھا۔

۷۔ نیکی اور تقویٰ کی راہ میں ایک دوسرے کے دست راست بن جاؤ اور گناہ میں تجاوز کرنے والے سے تعاون نہ کرو۔

۸۔ پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرو اور حکم خدا کی نافرمانی سے بچو۔

اس مفصل آیہ کریمہ میں آٹھ اہم احکامات مذکور ہیں۔ جن میں سب سے اول اور اہم بات شعائر اللہ کی حرمت کو قائم رکھنا ہے۔ شعائر سے مراد مناسک حج اور حج کے ایام ہیں۔ لہذا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب ان شعائر کا احترام کریں۔ اس کے علاوہ دوسرا اہم نکتہ حرام مہینوں کی حرمت کو قائم رکھنا ہے حکم الٰہی ہورہا ہے کہ ان مہینوں میں جنگ و جدال سے احتراز کرو۔ ان حرمت کے مہینوں کی حرمت کو قائم رکھو اور اس کے علاوہ یہ حکم بھی دیا جارہا ہے کہ خانہ خدا کی زیارت کے لیے آنے والے اپنے ساتھ قربانی کے جو جانور لاتے ہیں ان کی حرمت کو پامال نہ کرو اپنے اوپر انہیں حلال نہ سمجھو اور قربان گاہ تک پہنچنے دو تاکہ انہیں جس مقصد کے لیے لایا گیا ہے اس مقصد کے لیے قربان کیا جائے۔

اس کے علاوہ آیہ مبارکہ میں یہ حکم بھی دیا جارہا ہے کہ خانہ خدا کے تمام زائرین کو مناسک حج کی ادائیگی میں پوری آزادی حاصل ہونی چاہئے۔ رنگ ونسل، خاندانوں اور زبانوں کا کوئی امتیاز نہیں رکھنا چاہئے، یہاں تک کہ جو لوگ تجارتی فوائد حاصل کرنے کے لیے بیت اللہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں ان سے کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہ کی جائے چاہے وہ تمہارے دوست ہوں یا دشمن یہاں تک کہ بعض مفسرین اور فقہا کا نکتہ نظر یہ ہے کہ اس مفہوم میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔ اگر وہ بھی خانہ خدا کی زیارت کی غرض سے آئیں تو ان سے مزاحمت مت کرو اور انہیں مسجد الحرام میں آنے سے مت روکو۔ اگرچہ انہوں نے تمہیں مسجدالحرام کی زیارت سے روکا اس حکم میں قرآن کا یہ فلسفہ ہے کہ پرانی دشمنی کو زندہ کرنے کی بجائے ختم کردیا جائے اور یہ اسی مقدس ومحترم مہینے کی بدولت ممکن ہے۔

آخر میں آیہ قرآنی سے اس حکم خداوندی کا ذکر ہے کہ اے مسلمانوں تم اپنے پرانے دشمنوں سے دشمنی چھوڑ کر ایک ہوجاؤ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ و برائی میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو اور اے مسلمانوں پرہیزگاری اختیار کرو اور خدا کے حکم کی نافرمانی کرنے سے بچو کیونکہ

واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب.

مختصر یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام احکامات میں انسانوں کے لیے ہدایت و راہنمائی پنہاں ہے۔ یہاں تک کہ شہوز الحرام کی حرمت کو قائم اور برقرار رکھے۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود کی حلت وحرمت کا احترام کرنا ہے پروردگار نے اسی کے لیے دین و دنیا کی فلاح رکھی ہے جبکہ تجاوز کرنے والوں کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔

☆☆☆☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشاعتِ حدیث میں کردار

آپ رضی اللہ عنہا کو خداداد قوتِ حافظہ اور فطری ذہانت و فطانت حاصل تھی

آپ رضی اللہ عنہا نے جو احادیث بیان کیں ان کے اسباب و علل کی بھی وضاحت فرمائی

تحریم رفعت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت سیدنا ابو بکر صدیقؓ اللہ تعالیٰ کے حبیب مکرم ﷺ کی محبوب زوجہ تھیں، حضور نبی اکرم ﷺ کبھی کبھار انہیں حمیرا کہہ کر بھی پکارا کرتے تھے۔ واقعہ اِفک میں آپؓ کی پاکدامن کا بیان قرآن حکیم میں نازل ہوا، حضور نبی اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ان سے منگنی کی جبکہ وہ غیر شادی شدہ تھیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ان سے شادی کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ اور کسی باکرہ عورت سے نکاح نہیں کیا۔ ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نہایت ہی اعلیٰ، ارفع اور قابل رشک مقام حاصل ہے۔ آپ معاصر صحابہ و صحابیات میں طبعی ذہانت و فطانت، فراست و متانت اور وسعت علمی کے اعتبار سے ایک امتیازی شان رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے تفقہ فی الدین، دقت نظر، قوت حافظہ اور شوق حدیث ایسا تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کم و بیش آٹھ ہزار صحابہ و صحابیات نے علمی و فقہی معلومات حاصل کرنے کیلئے آپ سے سلسلہ تلمذ قائم کیا۔ آپ مکثرین الروایۃ صحابیات میں سے ہیں، آپ سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس ہے۔ مرویات کی کثرت کے ساتھ احادیث سے استدلال اور استنباط مسائل، ان کے علل و اسباب کی تلاش و تحقیق میں بھی آپ کو خاص امتیاز حاصل تھا اور آپ کی صفت میں بہت کم صحابہ ان کے شریک تھے، کتب حدیث میں کثرت سے اس کی مثالیں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے استفادہ کے معاملے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سب سے آگے تھیں۔ ان کے ذہن میں جو بھی اشکال پیدا ہوتا وہ فوراً آپ ﷺ کے سامنے اس کا اظہار کرتیں اور آپ ﷺ اس کی وضاحت فرما دیتے۔

آپ کی روایات سے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کے سیرت مقدسہ کے ان گوشوں اور پہلوؤں کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کی گھریلو زندگی میں تقسیم کار کیا، ازواج مطہرات سے آپ کا سلوک کیسا تھا، آپ کی راتیں کیسے بسر ہوتی تھیں، آپ کتنا سوتے اور کتنا جاگتے تھے، اور کس قدر عبادت و ریاضت میں شب بسر کرتے، کیسے ہم کلام ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

شریعت کے اکثر مسائل جن میں بیشتر خواتین سے متعلق ہیں وہ آپ اور دیگر ازواج مطہرات کے ذریعے امت کو معلوم ہوئے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو فقہی امور پر کامل دسترس حاصل تھی اور علم کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کے بارے میں آپ کو کمال درجے کی معلومات نہ ہوں۔ آپ قرآن مجید کی حافظہ تھیں، بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اپنے اختلافی مسائل آپ کے سامنے پیش کرتے آپ اپنی اجتہادی بصیرت اور وسعت علمی سے انہیں حل کر دیتیں۔

حضرت موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ جب بھی ہمیں کوئی علمی مشکل پیش آتی تو آپ کی خدمت میں حاضری دیتے، آپ اس کے بارے میں تسلی بخش معلومات فراہم کر دیتیں۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: حضرت عائشہؓ کے خصائص میں سے ہے کہ وہ نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ کی

ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ عالمہ تھیں بلکہ ان کا علم تمام عورتوں سے بھی مطلقاً زیادہ تھا۔ امام زُہری نے کہا ہے: اگر حضرت عائشہؓ کا علم تمام ازواج مطہرات کے علم کے مقابلے میں لایا جائے اور پھر تمام عورتوں کا علم ان کے علم کے مقابلے میں جمع کیا جائے تو پھر بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علم ان تمام کے علم سے زیادہ افضل ہوگا۔ حضرت عطا بن رباح نے کہا ہے: حضرت عائشہؓ تمام لوگوں سے زیادہ فقیہ تھیں، تمام لوگوں سے زیادہ علم والی تھیں اور بالعموم تمام لوگوں سے زیادہ صائب رائے رکھنے والی خاتون تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہی مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا: بے شک میرے لئے یہ امر آسان ہوگیا کہ تم مجھے جنت میں میری زوجہ دکھائی گئی ہو۔

آقائے دوجہاںﷺ کی تعلیم و تربیت اور فیضان نبوت کا اثر تھا کہ علم کے اعتبار سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ راویوں میں انتہائی اہم مقام رکھتی ہیں۔

آپ سے 2210 احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہیں جبکہ اِن میں سے 174 متفق علیہ ہیں، یعنی اِن کو امام بخاری نے صحیح بخاری اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں سنداً روایت کیا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے متفق روایات 174 لی ہیں جن میں امام بخاری 54 میں منفرد ہیں اور امام مسلم 69 احادیث میں منفرد ہیں ۔(145) 2210 احادیث والی تعداد کو سید سلیمان ندوی نے سیرت عائشہ میں لکھا ہے مگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ صرف مسند احمد بن حنبل میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی تعداد 2524 ہے۔

اگر صحاح ستہ میں مکرر رویات حذف نہ کی جائیں تو روایات عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعداد یوں ہے:

صحیح بخاری 960 :احادیث۔

صحیح مسلم 761 :احادیث۔

سنن ابوداود 485 :احادیث۔

سنن نسائی 690 :احادیث۔

جامع سنن ترمذی 535 :احادیث۔

سنن ابن ماجہ 411 :احادیث۔

موطاء امام مالک 141 :احادیث۔

مشکوٰۃ المصابیح 553 :احادیث۔

سنن الدارمی 200 :احادیث۔

مسند امام احمد بن حنبل 2524 :احادیث۔

موطاء امام محمد 80 :احادیث۔

صحاح ستہ کے ساتھ موطاء امام مالک کی روایات کو جمع کر لیا جائے تو تعدادِ روایات 3983 ہوتی ہے۔

حدیث کا منبع و ماخذ چونکہ ذات رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اسی ذات سے سب سے زیادہ تقرب حاصل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے محبوب خدا کو جلوت و جلوت میں دیکھا تھا۔ آپﷺ کے قول وفعل کا بنظر غائر مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے آپ سے بہتر مصدقہ روایت حدیث اور کس کی ہوسکتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کو خداداد قوت حافظہ اور فطری ذہانت و فطانت بھی حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ احادیث مبارکہ مروی ہیں۔ یہ فضیلت کسی بھی ام المومنین کو حاصل نہیں حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک پردہ نشین خاتون اور ام المومنین ہونے کے باعث مرد معاصرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی طرح ہر مجلس میں نہ جاسکتی تھیں جس میں رہبر کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجود تھے لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کا ہزاروں کی تعداد میں ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک ایک لمحہ جو آپ رضی اللہ عنہا کی نظر سے گزرا اسے ذہن میں بحسن وخوبی محفوظ کرلیا۔

اکثر روایات احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے صرف بیان کرنے کی حد تک رکھی ہیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے جن احکام اور واقعات کو روایت کیا ہے ان میں سے اکثر کے اسباب وعلل بھی بیان کئے ہیں اور وہ خاص حکم کن مصلحتوں کی بناء پر صادر کیا گیا اس کی تشریح بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں۔ گویا آپ رضی اللہ عنہا کے ذہن میں

احادیث کا مکمل سیاق و سباق اور حوالہ موجود ہوتا تھا۔ بعض اوقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو احکامات دیتے تھے ان کی مصلحتیں خود بتادیتے تھے اور کبھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خود پوچھ لیتی تھیں۔ اس ضمن میں آپ کوئی خوف یا ڈر محسوس نہیں کرتی تھیں بلکہ سوال کرکے اور تسلی بخش جواب پاکر مطمئن ہوجایا کرتی تھیں۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں جن کے اسباب اور مصلحتوں کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے مثلاً جمعہ کے روز غسل کرنا واجب ہے لیکن اس کے سبب کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کے باہر کی آبادی سے جمعہ کی نماز میں آکر شامل ہوتے تھے وہ گردوغبار اور پسینے سے بھرے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس وقت میرے ہاں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا کہ تم آج جمعہ کی نماز کے لئے نہالیتے تو اچھا ہوتا۔ (بخاری، کتاب الغسل)

اسی طرح عام طور پر سمجھا جاتا تھا کہ چار رکعت والی نمازیں سفر کی حالت میں سہولت کی خاطر دو رکعت میں بدل گئی ہیں جبکہ اس بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ میں دو رکعت نماز فرض تھی۔ جب سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو چار رکعت فرض کی گئیں اور سفر کی نماز اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی اور وہ دو رکعت ہی رہیں۔ ہجرت کے بعد نمازوں میں جب دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں ہوگئیں تو پھر مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس ضمن میں فرماتی ہیں کہ مغرب کی رکعتوں میں اضافہ اس لئے نہ ہوا کیونکہ وہ دن کی نماز کا وتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

صبح کی نماز میں دو رکعتیں کیوں برقرار ہیں وہ چار کیوں نہ ہوئیں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ نماز فجر میں رکعتوں کا اضافہ اس لئے نہ ہوا کیونکہ صبح کی دونوں رکعتوں میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (مسند احمد)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رات کی عبادت، نماز و نوافل کے بارے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نماز تراویح کے بارے میں فرماتی ہیں :ماہ رمضان میں ایک روز سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز تراویح پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نماز میں مشغول دیکھ کر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوگئے۔ دوسرے روز پہلے سے زیادہ اجتماع ہوگیا۔ تیسرے روز اس سے زیادہ لوگ جمع ہوگئے۔ چوتھے روز اتنا مجمع ہوا کہ مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور تل دھرنے کو جگہ نہ رہی لیکن اس روز رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لے گئے البتہ صبح کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا : گذشتہ رات تمہاری آمد مجھ سے مخفی نہ تھی لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر تمہارے شوق کی وجہ سے تراویح کی نماز فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے قاصر رہو۔ (بخاری، باب قیام رمضان)

لیکن سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وصال کے بعد جب کہ فرضیت کا گمان جاتا رہا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نماز تراویح کو رغبت کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ حجۃ الوداع میں شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ سنت بالالتزام ہے جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اس ضمن میں فرمان ہے :سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے طواف کے لئے سواری اس لئے استعمال کی تھی کہ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا اور اس بے انتہاء بھیڑ میں ہر شخص کی کوشش تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب پہنچ جائے۔ اس ہجوم میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں کو زبردستی ہٹایا جائے۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا تاکہ ہر شخص کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پڑسکے اور کوئی اس سعادت سے محروم نہ رہے۔ (مسلم کتاب الحج، ابوداؤد)

☆☆☆☆☆

مسائل حج و عمرہ

سفری سہولیات اور گروپ کی حفاظت میں عورت تنہا حج کر سکتی ہے

خواتین کو مسجد نبوی میں مختص جگہ پر نماز ادا کرنی چاہیے

مرتبہ: فریدہ سجاد

سوال: حج کے فرائض کیا ہیں؟

جواب: حج کے چھ فرائض ہیں جو درج ذیل ہیں:

اِحرام باندھنا: یہ شرط ہے

وقوفِ عرفہ: یعنی نویں ذوالحجہ کے غروب آفتاب سے دسویں کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے کسی وقت مقامِ عرفات میں ٹھہرنا

طوافِ زیارت: طواف کے سات پھیروں میں سے کم از کم چار پھیرے مکمل کرنا۔ یہ دونوں چیزیں یعنی وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت حج کے رکن ہیں

نیت: حج کے لیے نیت کرنا ضروری ہے

ترتیب: یعنی پہلے احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا پھر طواف زیارت، ہر فرض کا بالترتیب اپنے وقت پر ادا کرنا

مکان: یعنی وقوف عرفہ، میدانِ عرفات میں نویں ذی الحجہ کو ٹھہرنا سوائے بطنِ عرفہ کے (یہ عرفات میں حرم کے نالوں میں سے ایک نالہ ہے جو مسجد نمرہ کے مغرب کی طرف یعنی کعبہ معظّمہ کی طرف واقع ہے۔ یہاں وقوف جائز نہیں) اور مسجد الحرام کا طواف کرنا

سوال: کیا عورت محرم کے بغیر سفر اور حج کر سکتی ہے؟

جواب: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر تنہا طے کرے۔

(طبرانی، المعجم الاوسط، ۶: ۲۶۷، رقم: ۶۳۷۶)

پرانے وقتوں میں سفر بہت کٹھن اور پُر خطر ہوتے تھے، زیادہ تر سفر پیدل یا گھوڑوں اور اونٹوں پر کیا جاتا تھا، ایک شہر سے دوسرے شہر جانے میں کئی کئی ہفتے صرف ہو جاتے تھے۔ اِس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو تنہا تین دن سے زیادہ کا سفر کرنے سے منع فرما دیا تاکہ اُس کی عفت و عصمت کی حفاظت ہو، بلکہ ایک روایت میں تو دو دن کے الفاظ بھی ہیں۔ اِنہی سفری تکالیف اور خطرات کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو تنہا حج کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مسلمان عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند یا کسی محرم کے بغیر حج کرے۔

(ابن خزیمۃ، الصحیح، ۴: ۱۳۴، رقم: ۲۵۲۲)

(طبرانی، المعجم الکبیر، ۸: ۲۶۱، رقم: ۸۰۱۶)

اِنہی اَحادیث اور اَحکامِ شریعت کی روشنی میں وضع کیے گئے، سعودی عرب کے مروّجہ قوانین کے مطابق کسی عورت کو مَحرم کے بغیر حج یا عمرہ کا ویزا ہی جاری نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں عورت کا مَحرم کے بغیر حج یا عمرہ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

البتہ اُس عِلّت اور پس منظر کا بھی جائزہ لینا

چاہیے جس کی بنا پر عورت کو مَحرم کے بغیر تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر اور حج کرنے سے منع فرمایا گیا۔ درحقیقت منع کا یہ حکم اِس لیے دیا گیا تھا کہ قدیم زمانے میں سفر بہت کٹھن اور پُرخطرات ہوتے تھے۔ سفر پیدل یا جانوروں پر کیا جاتا تھا اور کئی کئی ہفتے اور مہینے سفر میں صرف ہوتے تھے۔ نیز دورانِ سفر چوروں، ڈاکوؤں اور لٹیروں کا بھی بہت زیادہ خطرہ ہوتا تھا۔ اندریں حالات عورت کی عصمت و حفاظت اور سفری تکالیف و خطرات کے پیشِ نظر اسے اکیلے سفر کرنے سے منع فرما دیا گیا۔ مَحرم درحقیقت حفاظت کے لیے ہوتے تھے۔ آج ذرائعِ مواصلات بہت ترقی کر گئے ہیں۔ بے شمار سفری سہولیات و آسانیاں میسر آ چکی ہیں۔ دورانِ سفر سکیورٹی وغیرہ کے مسائل بھی نہیں رہے اور حج کی ادائیگی کا باقاعدہ نظام ترقی پا چکا ہے۔ حکومتی سطح پر گروپ تشکیل دیے جاتے ہیں جو مَحرم کی طرح ہی خواتین کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور خواتین کو اُس طرح کے مسائل و خطرات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا جو پرانے وقتوں میں درپیش ہوتے تھے۔ گویا ریاست کی طرف سے ملنے والی سکیورٹی اور سیفٹی مَحرم بن گئے ہیں، کیونکہ حکمِ مَحرم کی حکمت یہی تھی۔ لہٰذا اِن سفری سہولیات کے ساتھ جب عورت عورتوں کے گروپ میں یا ایک ایسے گروپ میں جہاں مرد و خواتین اکٹھے ہوں لیکن فیملیز ہوں اور خواتین کی کثرت ہو تو یہ اِجتماعیت مَحرم کا کردار ادا کرتی ہے۔ اِن حالات میں عورت کے لیے مَحرم کے بغیر سفر کرنا ناجائز نہیں رہتا۔ چاہے وہ (تین دن سے زیادہ مسافت کا) عام سفر ہو یا سفرِ حج اور عمرہ۔

سوال: حرمین شریفین میں بعض خواتین مردوں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتی ہیں، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: حرمین شریفین میں خواتین نماز میں مردوں کی طرف مسجد میں پہنچتی ہیں اگرچہ وہاں عورتوں کے لئے دروازہ بھی مخصوص ہے اور نماز کی جگہ بھی الگ متعین ہے مگر خاص حج کے دنوں میں حاجیوں کی بے انتہا کثرت کی وجہ سے وہ اپنی جگہ نہیں پہنچ پاتیں اس لئے مردوں ہی کے درمیان کھڑی ہو کر نماز شروع کر دیتی ہیں ایسا کرنا جائز نہیں۔

یاد رہے کہ جس طرح خواتین کو اپنے وطن میں گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے اسی طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی ان کو نماز گھر میں بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مسجد حرام میں اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کا جو اجر مردوں کو ملتا ہے، یہی ثواب عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے سے مل جاتا ہے۔ اس لئے وہاں کے قیام کے دوران عورتوں کو اپنی قیام گاہ ہی میں نماز پڑھنا چاہئے، البتہ جب بیت اللہ کی زیارت یا طواف کرنے کے لئے مسجد حرام میں اور سلام کی غرض سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو عورتوں کی مقررہ جگہ پر نماز باجماعت پڑھ لیں۔

لیکن یاد رہے کہ اگر کوئی عورت اتفاقی طور پر عین نماز کے وقت مردوں کی صفوں میں پھنس جائے اور نکلنا مشکل ہو تو اس وقت اس کو بغیر نماز کے جہاں بھی ہو خاموش بیٹھ جانا چاہئے اور جماعت میں ہرگز شامل نہ ہو کیونکہ مردوں کے برابر میں جماعت میں شامل ہونے سے دائیں بائیں کے ایک ایک مرد کی اور پیچھے کے ایک مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے لہٰذا جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو تنہا کسی مناسب جگہ پر حتی الامکان مردوں سے الگ ہو کر نماز ادا کر لے۔

اگر دوران طواف اتفاقاً نماز کا وقت ہو جائے تو اذان ہوتے ہی جلد ہی طواف پورا کر کے، عورتوں کی مقررہ جگہ پہنچ کر جماعت سے نماز پڑھ لیں اگر طواف ختم کر کے مناسب جگہ پہنچنا ممکن نہ ہو تو طواف کو درمیان میں چھوڑ دیں اور نماز کے بعد اسی جگہ سے طواف شروع کر کے مکمل کر لیں جس جگہ سے چھوڑا تھا۔

سوال: کیا خواتین بھی مردوں کی طرح رمل کریں گی؟

جواب: خواتین مردوں کی طرح رمل نہیں کریں گی۔ یہ صرف مردوں کے لیے سنت ہے۔

طواف کے پہلے تین پھیروں میں تیز قدم اٹھانے اور شانے ہلانے کو رمل کہتے ہیں، جیسا کہ قوی اور بہادر لوگ چلتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

آپ کی صحت

عید الاضحیٰ پر صحت کو کیسے برقرار رکھا جائے

سادہ پانی کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے یا ڈیڑھ گھنٹے بعد پینا چاہیے

بے وقت گرین ٹی سے بے چینی اور چھائیاں ہوتی ہیں

ویشا وحید

عیدالاضحیٰ کیوں منائی جاتی ہے؟ آگے پڑھنے سے پہلے ذرا اپنی یاداشت پر زور ڈالیں اور بچپن سے نصاب کی کتاب میں شامل اس کہانی کو یاد کریں جو عیدالاضحیٰ کا مقصد اس کے پیچھے کی نیت اور ثواب کے حصول کا دارو مدار بیان کرتی ہے۔ وہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی کہانی یاد آئی؟ اگر یاد آتی ہے تو اب ذرا دور حاضر میں واپس آجائیں اور موازنہ کرلیں کیا ہماری عید اور قربانی اس مقصد اور نیت کی عکاسی کرتی ہے جو کہ عیدالاضحیٰ کا حقیقی حق ادا کرتے ہوں گے اور اس کو اسی طرح مناتے ہوں گے جیسا کہ منانے کا حق ہے اور آپ میں سے ہی کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے ضمیر میں کچھ سوال ضرور اٹھے ہوں گے اور ساتھ ہی اس عید کو گزری ہوئی عیدین سے مختلف طریقے سے منانے کی نیت بھی کرلی ہوگی جس میں کسی قسم کی ریاکاری کے بغیر قربانی کا حق ادا کرنا اولین نیت ہوگی۔

یہ تو اللہ اور آپ کا معاملہ ہے اب کچھ بات کرلیتے ہیں جو آپ کا آپ کی ذات کے ساتھ معاملہ ہے یعنی کہ اپنی صحت کا خیال یہ جسم آپ کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اس کا خیال رکھنا آپ کا فرض ہے۔ عید چونکہ خوشی کا موقع ہوتا ہے اس لیے ہم اپنے جسم پر بہت سارے جبر خوشی کے نام پر کرلیتے ہیں لیکن خوشی کے نام پر کیا گیا یہ جبر ہی ہماری عید کی خوشیوں کو وبال جان بنادیتا ہے کبھی digestation کی صورت میں اور کبھی acidity کی صورت میں اور خواتین کے لیے تو عید کے بعد کپڑے تنگ ہوجانے کی صورت میں بھی یہ اثرات نمایاں ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس عید میں صرف اپنا خیال اپنی ذات کے لیے نہیں رکھنا بلکہ حالات کے پیش نظر اپنا خیال اس لیے بھی رکھنا ہے تاکہ آپ اپنے پیاروں کو وبا منتقل کرنے کا باعث نہ بنیں۔ اس عید پر جذبات سے نہیں احساس ذمہ داری سے کام لینا ہے۔

عید پر ہمیں کیسی غذائیں کھانی چاہئیں:

عید کے گوشت کے حوالے سے جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ بکرے کو ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کو عام طور پر پکا لیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر آپ غور کریں تو عام دنوں میں جو گوشت کھاتے ہیں اور بکرا عید کے گوشت میں فرق ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ گوشت کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس کے muscels میں جو فائبر ہوتا ہے وہ سکڑ جاتا ہے اس میں سے خون نکل جاتا ہے لیکن اگر آپ اس گوشت کو تھوڑی دیر چھوڑے بغیر کھالیں گے تو یہ گوشت آپ کو زیادہ مشکل سے ہضم ہوگا۔ تو ایک اہم بات تو یہ کہ اگر آپ نے اسی دن قربانی کا گوشت استعمال کرنا ہے تو آپ کو اس کو 2-3 گھنٹے کے لیے چھوڑ دینا چاہیے یعنی اس کا رنگ وہی ہوجانا چاہیے جو بازار سے لائے ہوئے گوشت کا ہوتا ہے۔

دوسری اہم بات ہماری تو عید ہوتی ہے پر ہمارے معدے بیچارے کو سمجھ نہیں آتی کہ اس کے ساتھ کیا ہورہا ہے یعنی ہماری عید ہمارے تہواروں میں معدہ بیچارہ سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کو کیسے خوش رکھا جائے۔

اس کو خوش رکھنا مشکل اس لیے بھی ہے کیونکہ وہ ایک نظام کے تحت چلتا ہے سمجھ لیں آپ کا معدہ ایک فوجی افسر ہے۔ اس میں کھانا ہضم ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور ٹائم کھانے کو ہضم نہیں کرے گا۔ کھانا ہضم ہوتا ہے صبح 5 بجے سے لے کر صبح 9 بجے کے درمیان یہ وہ وقت ہے جب فوجی افسر اور اس کی ٹیم تیار ہوتی ہے۔ اس کے بعد فوجی resting mode میں چلا جاتا ہے اور دوسرے سسٹم حرکت میں آجاتے ہیں۔ اب صبح 9 بجے سے شام 4 بجے تک یہ فوجی resting mode میں ہی رہے گا اور اگر اب آپ اس ٹائم میں کڑاہی، مرغے، چرغے کھائیں گے تو یہ آپ کو ہضم نہیں ہوں گے۔ یہ وہ خوراک ہے جو کولیسٹرول بڑھاتی ہے، موٹاپا کرتی ہے اور تیزابیت ہوتی ہے، غصہ آتا ہے، بیزاری ہوتی ہے۔ اسی لیے دوپہر کی نسبت رات کا عید کا کھانا بہتر ہے کیونکہ شام 4 بجے سے لے کر رات 5 بجے تک دوبارہ فوجی اور اس کی ٹیم تیار ہوتے ہیں تو اگر آپ نے عید کا کھانا شام 4 سے رات 9 کے درمیان کھایا ہے تو کم امکان ہے کہ وہ کھانا آپ کو تنگ کرے یا معدہ اس اذیت کو جھیل لے گا کیونکہ اس کی ٹیم تیار ہے۔ اس کے علاوہ اور ہم کیا غلطیاں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے اہم غلطی یہ ہے کہ ہم کھانوں کے ساتھ پانی پی لیتے ہیں اور وہ بھی ٹھنڈا پانی یعنی ایک طرف آپ نے مرغن غذا کھائی اور اس کے اوپر سے ٹھنڈا پانی پی لیا اس سے ہوا یہ کہ معدے کی جو ٹیم تھی جو کہ digestive juices تھے وہ پھیکے پڑ گئے یعنی dilute ہوگئے اور وہ پھر آپ کی کھائی ہوئی خوراک یا گوشت ہضم نہیں کرسکتا۔ اب وہ بغیر ہضم ہوئی خوراک آگے بھیجے گا جس کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوں گے جس میں سب سے اول نمبر پر پیٹ کا پھولنا ہے اور اس کے علاوہ کئی اور مسائل بھی ہیں۔ ایک تو آپ نے پانی پیا اور وہ بھی ٹھنڈا تو یہ سمجھیں کہ آپ نے اپنے اندر کے فوجی کو شدید نقصان پہنچادیا کیونکہ آپ کا یہ فوجی طبیعتاً گرم ہے یعنی یہ گرم ماحول میں کام کرتا ہے اور آپ نے ٹھنڈا پانی ڈال کر اس کو بالکل ہی ٹھنڈا کردیا اور بالکل کام کرنے کے قابل نہیں چھوڑا یعنی ایک وقت کا کھانا شاید آپ کو 2 دنوں تک ہضم نہ ہو اور آپ کہیں کے جو کل پرسوں کھانا کھایا تھا اس کی ابھی تک ڈکاریں آرہی ہیں کیونکہ معدے نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا اور اس کھانے کو آگے بھیجا ہی نہیں۔ ہمیں ٹھنڈے پانی کے بجائے زیادہ پانی پینا چاہئے۔ گرم پانی نہیں سادہ پانی اور کھانے سے آدھا گھنٹہ پہلے یا ڈیڑھ گھنٹے بعد پینا چاہئے تاکہ معدے سے خوراک آگے چلی جائے جو آپ پانی پئیں گے وہ پانی معدے کو دھونے اس کو کے کام آئے گا یہ اگر آپ کرلیں گے خاص طور پر عید کے دنوں میں آپ کو پیٹ کے امراض نہیں ہوں گے۔

اب تیسری بات قہوہ پیا ہے کہ نہیں۔ آپ بالکل قہوہ پی سکتے ہیں مگر قہوہ کا مطلب وہ بڑا مگ نہیں ہے قہوہ چند گھونٹ ہوتے ہیں جو کہ آپ نے اکثر قہوہ کپ میں دیکھے بھی ہوں گے اور ہماری عوام کو جس قہوہ کی ضرورت ہے وہ کھانے کے بعد والا قہوہ ہے کھانے کے ساتھ والا نہیں ہے۔ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم 5-6 کپ گرین ٹی پیتے ہیں پھر بھی ہمارا پیٹ نکلتا رہتا ہے۔ گرین ٹی کے حوالے سے ایک اہم بات یاد رکھ لیں کہ گرین ٹی آپ کو شدید نقصان دیتی ہے۔ اگر وہ غلط ٹائم پر لی جائے غلط اجزاء اور طریقے سے بنی ہو اور اگر وہ خالی پیٹ لی جارہی ہو۔ ہمارے جسم کے لیے گرین ٹی درمیان میں پینے کے لیے نہیں ہے۔ آپ ناشتے کے بعد چائے کی جگہ پی سکتے ہیں دوپہر کے کھانے کے بعد پی سکتے ہیں۔ رات کے کھانے کے بعد پی سکتے ہیں لیکن درمیان میں نہیں اگر آپ درمیان میں پئیں گی تو پیٹ پھولے گا، گیس ہوگی، چھائیاں ہوں گی اور اس کی کچھ خصوصیات کافی سے ملتی ہیں۔ غلط وقت میں یہ آپ کو بے چینی میں مبتلا کرسکتی ہے، غصہ زیادہ آسکتا ہے۔ اس کے علاوہ دن میں 30 منٹ کی واک لازمی کریں اور دن میں 8-10 گلاس سادہ پانی ضرور پئیں۔

حالات کے پیش نظر ایک اہم بات کورونا وائرس قربانی کے جانوروں سے انسانوں میں منتقل نہیں ہوتا۔ مگر اگر ایک متاثرہ انسان جانور کو ہاتھ لگائے گا یا اس کے پاس کھانسے گا یا چھینکے گا تو جراثیم انسان سے جانور پر اور پھر جانور سے صحت مند فرد تک منتقل ہوسکتے ہیں۔ اس لیے ہر ممکن احتیاط کریں تاکہ آپ اپنی اور اپنے پیاروں کی حفاظت کرسکیں اور اس عید گھر رہیں محفوظ رہیں۔ ☆☆☆☆☆

گلدستہ

عیدالاضحیٰ اور لذیز کھانوں کی تراکیب

عید قربان پر گھروں میں کلیجی، کڑاہی، بریانی، روسٹ شامی کباب شوق سے کھائے اور بنائے جاتے ہیں

مرتبہ: ماریہ عروج

عید کے پکوان

عیدالاضحیٰ کے موقع پر گوشت کے پکوان دستر خوان کی شان ہوتے ہیں۔قربانی چاہے گائے کی ہو یا بکرے کی۔ عیدالاضحیٰ پر کھانوں میں پہلا پکوان کلیجی ہی ہوتی ہے۔کلیجی کے بعد دوسرا نام بریانی کا آتا ہے گھر میں قربانی ہو اور نئے نئے پکوان نہ بنیں یہ بھلا کیونکر ممکن ہے۔لہذا عیدالاضحیٰ پر پکائے جانے والے چند نہایت آسان اور لذیذ کھانوں کی تراکیب درج ذیل ہیں:

ا۔ کلیجی:

اجزاء: مٹن کلیجی ایک پاؤ، کچا پپیتا تین کھانے کے چمچ، گرم مصالحہ آدھا کھانے کا چمچ، نمک حسب ضرورت، لال مرچ پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ، لہسن ادرک کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، سرکہ دو کھانے کے چمچ، تیل چھ کھانے کے چمچ، ہرا دھنیا اور ہری مرچ گارنش کے لیے۔

ترکیب:

کلیجی کو چھوٹی بوٹیوں میں کاٹ کر اچھی طرح دھولیں پھر اس میں سوائے کھانے کے تیل کے تمام مصالحہ لگا کر دو گھنٹے میرنٹ کرکے رکھ دیں پھر فرائی پین میں تیل ڈال کر ہلکا گرم کریں پھر اس میں مصالحہ لگی تمام کلیجی ڈال کر ڈھک کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔

۲۔ بریانی:

اجزاء: بکرے کا گوشت ایک کلو، چاول ایک کلو، بڑے آلو چار عدد، لیموں چار عدد، لونگ چار عدد، باریک کٹی پیاز چار عدد، ہری مرچ چھ عدد، چھوٹی الائچی چھ عدد، ثابت مرچ چھ عدد، کٹے ٹماٹر چھ عدد، سوکھے آلو بخارے ایک پیالی، گرم دودھ ایک پیالی، تیل ایک پیالی، دہی ایک پیالی، باریک کٹا پودینہ ایک گھٹی، کالا زیرہ ایک چائے کا چمچ، پسی لال مرچ ایک کھانے کا چمچ، پسا دھنیا دو کھانے کے چمچ، ادرک، لہسن کا پیسٹ ڈیڑھ کھانے کا چمچ، نمک حسب ذائقہ۔

ترکیب:

ایک کلو بکرے کے گوشت کو اچھی طرح دھولیں اب اس پر ایک پیالی دہی، ڈیڑھ چمچ ادرک لہسن کا پیسٹ، لال مرچ ایک کھانے کا چمچ، پسا ہوا دھنیا دو کھانے کے چمچ، لیموں دو عدد، باریک کٹا پودینہ ایک گٹھی، ہری مرچ چھ عدد، سوکھے آلو بخارے ایک پیالی، نمک حسب ذائقہ لگا کر آدھا گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔

اب ایک دیگچی میں ایک پیالی تیل گرم کرکے چار عدد پیاز گولڈن اور آدھی نکال کر اخبار پر پھیلادیں باقی آدھی پیاز میں مصالحہ لگا ہوا گوشت ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں جب

پانی خشک ہوجائے تو اسے بھون کر اتار لیں پانی بالکل نہ ڈالیں، چار عدد آلو کی ہلکی سی بھاپ دے کر چار چار ٹکڑے کر کے فرائی کریں اور تلے آلوؤں کے ساتھ مٹن پر ڈال دیں۔

پھر ایک کلو چاولوں میں پودینہ، ہری مرچ، چھ عدد چھوٹی الائچی، چھ عدد کالی مرچ، حسب ذائقہ نمک اور چار عدد لونگ ڈال کر دوکنی ابالیں پھر پانی نتھار لیں۔ اس کے بعد دیگچی میں ذرا چکنائی لگا کر آدھی چاولوں کی تہہ لگا اب گوشت کی تہہ لگائیں پھر باقی چاولوں کی تہہ لگائیں اور تلی ہوئی پیاز ڈالیں ساتھ ہی ایک پیالی گرم دودھ میں ایک چوتھائی چائے کا چمچ زردے کا رنگ ملا کر اس میں شامل کر دیں اس کے بعد دو عدد لیموں کا رس ڈال کر تیز آنچ پر توے پر دم دیں دس منٹ کے بعد آنچ ہلکی کر دیں بھاپ اوپر آجائے تو تیار بریانی اتار لیں۔

مٹن کڑاہی:

اجزاء: بکرے کا گوشت ایک کلو، نمک ڈیڑھ چائے کا چمچ، ادرک، لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، ٹماٹر آدھا کلو، ہری مرچ 8 عدد، لال مرچ 2 چائے کے چمچ، تیل آدھا کپ، ہرا دھنیا آدھا گڈی، ادرک 2 انچ کا ٹکڑا، سفید زیرہ 2 کھانے کے چمچ۔

ترکیب:

پہلے بکرے کے گوشت کو 2 کپ پانی اور آدھا چائے کا چمچ نمک کے ساتھ ابالیں اب اس میں ادرک، لہسن کا پیسٹ شامل کر دیں اور ڈھک کر 10 منٹ تک پکائیں پھر اس میں پسی لال مرچ نمک اور گھی یا تیل ڈال کر بھون لیں یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ پھر اس میں ہرا دھنیا، ادرک اور سفید زیرہ ڈال دیں اور نان کے ساتھ سرو کریں۔

شامی کباب:

اجزاء: گائے کا گوشت ایک کلو، چنے کی دال ایک پیالی، لہسن کے جوے 12 عدد، ادرک ایک بڑا ٹکڑا، ثابت لال مرچ 11 عدد، ثابت گرم مصالحہ ایک ٹیبل سپون، نمک حسب ذائقہ، انڈا ایک عدد، کباب میں بھرنے کے لیے مصالحہ، پودینہ آدھی گڈی باریک کٹا ہوا، ہرا دھنیا آدھی گڈی باریک کٹا ہوا، ادرک باریک کٹی ہوئی 2 کھانے کا چمچ، پیاز 2 عدد کٹی ہوئی، تیل حسب ضرورت تلنے کے لیے۔

ترکیب:

سب سے پہلے گوشت کو دھو کر سب چیزوں کے ساتھ ابال لیں جب گوشت اچھی طرح گل جائے تو پیس لیں پھر انڈا شامل کر کے ہاتھ سے اچھی مکس کر لیں اب بڑا ہرا مصالحہ کباب کے درمیان میں بھریں ٹکیاں بنا کر تل لیں۔

بیف روسٹ:

اجزاء: گائے کا گوشت ثابت ٹکڑا (وزن دو کلو) چربی صاف کروالیں، سفید سرکہ آدھی پیالی، لیموں چار عدد، نمک حسب ذائقہ، ادرک کٹی ہوئی دو کھانے کے چمچ، کالی مرچ کٹی ہوئی آدھا کھانے کا چمچ، دہی دو پیالی، تیل آدھی پیالی۔

ترکیب:

سب سے پہلے گوشت دھو کر ہاتھ سے سارا مصالحہ اچھی طرح لگا کر کانٹے سے گوشت اچھی طرح گود لیں تاکہ مصالحہ اندر تک چلا جائے۔ مصالحہ لگا گوشت کو دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ ایک بڑی دیگچی میں مصالحہ لگا کر گوشت ڈال کر اتنا پانی ڈالیں جس میں گوشت ڈوب جائے ہلکی آنچ میں ڈھکن ڈھانپ کر پکنے دیں جب پانی خشک ہونے لگے تو تیل ڈال دیں۔ کم از کم تین سے چار گھنٹے تیار ہونے میں لگیں گے، ہلکی آنچ پر پکائیں گے تو اتنا ہی اچھا لگے گا اور مزیدار بھی ہوگا۔ گلنے کے بعد اس کو مائیکرو ویو اون میں تقریباً پندرہ منٹ کے لیے رکھ دیں جب گوشت کے اندر پانی اچھی طرح خشک ہوجائے تو اسے اون سے نکال کر مناسب ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ گرم گرم روسٹ کو نان کے ساتھ سرو کریں۔

☆☆☆☆☆

کاسمیٹک سرجری کی جدید صورتیں اور ان کا شرعی حکم

ماریہ اعوان

ابتدائیہ:

انسان کا جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور ممکن حد تک اس کی حفاظت انسان کا فریضہ ہے حفاظت میں بیماریوں کا علاج بھی شامل ہے۔ بیماری وہ بھی ہے جس سے انسان کے جسم کا کوئی ضروری فعل متاثر ہو جائے یا کسی عضو کی منفعت ختم کر دی جائے اور یہ بھی بیماری میں داخل ہے کہ انسان دیکھنے میں کسی خاص وجہ سے بدہیت نظر آئے، اس دوسری قسم کے علاج کی طرف بھی ہمیشہ سے لوگ توجہ دیتے آئے ہیں۔ کیونکہ اس سیاگرچہ انسان کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی ۔لیکن اس سے جو ذہنی تکلیف پہنچتی ہے وہ جسمانی تکلیف سے کسی طرح کم نہیں ہے ۔لیکن آج علاج کی ایک نئی صورتپلاسٹک سرجری کی دریافت ہوئی ہے جس میں مریض کے جسم ہی سے کوئی حصہ لے کر اس کے دوسرے حصہ کو درست کیا جاتا ہے۔ اور اس اب یہ بہت زیادہ مقبول ہو رہی ہے۔

کاسمیٹک سرجری کا معنیٰ ومفہوم:

مجموعۃ العملیات التی تتعلق بالشکل ، والتی یکون الغرض منہا علاج عیوب طبیعیۃ أو مکتسبۃ فی ظاہر الجسم البشری

ایسی سرجری جس کا مقصد قدرتی نقائص کا علاج کرنا ہے یا انسانی جسم کی ظاہری شکل کو مزید بہتر بنانا ہے

وعرفت الجراحة التجميلية بانها :

جراحة تجرى لتحسين منظر جزء من أجزاء الجسم الظاهرة ، أو وظيفته إذا طرأ عليه نقص أو تلف أو تشوه.

" کاسمیٹک سرجری کے زریعے جسم کے کسی نظر آنے والے حصے کی ظاہری شکل کو بہتر بنانے کے لئے سرجری، یا اس کی افعال میں پائے جانے والے عیب کو دور کرنا "

ڈاکٹر الہام بنت عبد اللہ باجنید کے نزدیک:

جراحة تجرى لتحسين منظر جزء من اجزاء الجسم الظاهرة وو ظيفة اذا ما طراً عليه نقص او تلف او تشوه

وہ آپریشن جو جسم کے ظاہری اجزاء میں سے کسی جز یا اس کے فعل کو خوشنما بنانے کے لئے اس وقت ہوتا ہے، جب اس میں کوئی عیب ،تلف یا بگاڑ پیدا ہو جائے

فطری طور پر ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ خوبصورت نظر آئے دیکھنے میں اور اچھا لگے اس کا چہرہ خوبصورت معلوم ہو اس کے اعضاء چست دیکھائی دیں اور ان پر درازی عمر کے اثرات بھی عیاں نہ ہوں، اس کے لیے طب کی ایک شاخ جس میں جسم انسانی کے کسی عضو کی ہیئت یا فعل کو درست کرنے کیلئے ایک خاص طرح کی کاسمیٹک سرجری کروائی جاتی ہے کاسمیٹک سرجری عصر حاضر کے اس مسئلے پر مکمل تفصیل نہیں ملتی لیکن اس مسئلے سے متعلق اصول کی نشاندہی ضرور کی گئی ہے کاسمیٹک سرجری کی کئی صورتیں ہیں

اب ہم ان کا شرعی حکم دیکھتے ہیں کہ کس صورت میں شریعت اسلامیہ میں سرجری کروانا جائز ہے اور کس صورت میں جائز نہیں ہے۔

پیدائشی عیوب کی وجہ سے سرجری:

بسا اوقات انسان میں پیدائشی طور پر ایسا عیب پا یا جاتا ہے جس سے انسان کی بدصورتی نمایاں ہوتی ہے مثلاً دانت یا تالو کا کٹا ہوا ہونا یا ہاتھوں یا پاؤں میں زائد انگلیوں کا ہونا یا منہ میں دانت زیادہ ہو یا کوئی دانت لمبا ہو یا اس طرح کوئی عیب تو اس بدہیتی کو درست کرنے کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے۔

شریعت اسلامیہ کے اسرار وعلل احکام میں غور کرنے سے معلوم ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کسی انسان کو جس طرح بھی پیدا کیا ہو اس کے لئے اپنے اعضاء میں کوئی کمی یا تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے۔جس شخص کے بدن میں کوئی انگلی یا کوئی دوسرا عضو زائد ہو اس کے لئے اسے کاٹنا یا علیحدہ کرنا بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر ہے۔

ابوجعفر طبری کا مؤقف:

لا یجو ز للمراۃ تغییر شیء من خلقتھا التی خلقھا اللہ علیھا بزیادۃ او نقص،التماس الحسن لا للزوج ولا لغیرہ کمن تکون مقرونۃ الحاجبین فتزیل ما بینھما تو ھم البلج او عکمہ و من تکون لھا سن زائدۃ فتقلعھا او طو یلۃ فتقطع منھا ... فکل ذلک داخل فی النھی و ھو من تغییر خلق اللہ

عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس خلقت پر پیدا کیا ہے اس میں کوئی کمی بیشی کرے، مثلاً اس کا کوئی دانت زائد ہو تو اسے اکھاڑ دے یا لمبا ہو تو اسے کاٹ دے یہ کام ممنوع ہیں، ان کا شمار اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی میں ہوتا ہے "

اسکے عدم جواز کا حکم اس وقت ہے اگر انسان کا ارادہ صرف ظاہری حسن کا ہو اور ان عیوب کا ختم کرنا صرف دکھلاوے کے لئے ہو تا کہ انسان اچھا لگے تو اس صورت میں بظاہر یہ کام درست نہیں۔ ہاں اگر روزمرہ کے کام کاج میں رکاوٹ کا باعث ہو جس کی وجہ سے پریشانی کا سامنا ہو جیسے زائد لمبے دانت کی وجہ سے کھانے میں دشواری ہوتی ہو یا زائد انگلی سے کوئی جسمانی اذیت لاحق ہوتی ہو تو ان کے نزدیک انگلی کو کٹوانا اور دانت کو نکلوانا جائز ہوگا۔

عیوب کو دور کرنے کی اجازت احادیث مبارکہ میں بھی دی گئی ہے فرمان نبویﷺ ہے کہ :

"قال عرفجه بن اسعد قال ":اصیب انفی یوم الکلاب فی الجاھیلة فاتخذت انفا من ورق فانتن علی فامونی رسول ؟ان اتخذ انفا من ذھب

حضرت عرفجہ بن اسعد فرماتے ہیں: جاہلی دور میں جنگ کلاب میں میری ناک ضائع ہوگئی تھی میں نے چاندی کی ناک لگا لی تھی تو اس میں بدبو پیدا ہوگئی تھی تو حضورﷺ نے مجھے سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا تھا"

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے سونے کی ناک لگوانے کا حکم یا اجازت اس لئے دی تھی تاکہ بدنمائی کو دور کیا جائے کیونکہ بدبو تو زخم پر دوائی لگانے سے بھی دور کی جاسکتی تھی اور یہ حکم بھی صرف ناک کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس مقصد کے تحت کئی اور بھی اس طرح کی سرجری کروائی جاسکتی ہے۔

" حضرت قتادہ بیان کرتے ہیں کہ: احد کے موقع پر میں اپنے چہرے کو رسولﷺ کے چہرے کے سامنے کر کے تیروں کو روک رہا تھا کہ ایک تیر مجھے ایسے لگا کہ جس سے میری آنکھ حلقے سے باہر نکل گئی میں نے اسے ہاتھ میں لیا اور رسولﷺ سے عرض کیا کہ میں ایک عورت سے محبت کرتا ہوں مجھے ڈر لگتا ہے کہ اب وہ مجھے نہ پسند کرے گی۔ رسولﷺ نے فرمایا اگر تم صبر کرلو تو تمہیں جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں، تمھاری آنکھ لوٹ آئے گی۔ حضرت قتادہ نے عرض کیا کہ جنت بہترین بدلہ ہے لیکن اگر وہ خاتون دیکھے گی تو مجھے بھینگا کہے گی۔ آپﷺ نے میری آنکھ کو اس

جگہ پر لوٹا دیا اور میرے لئے جنت کی دعا بھی کی۔"

ان تمام روایات فقہیہ سے عیب کو دور کرنے کے لئے سرجری کی اجازت معلوم ہو رہی ہے اور یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ اگر ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ بندے کی جان جاسکتی ہو تو اس صورت ایسی چیزیں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں جو عام حالات میں جائز نہیں ہوتی۔

غیر خلقی عیوب کو دور کرنے کے لئے کی جانے والی سرجری کا حکم :

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بد صورتی پیدائشی نہیں ہوتی بلکہ کسی حادثہ کی وجہ سے ظاہر ہوئی ہو، جیسے کسی ایکسڈنٹ کی وجہ سے کسی کی ناک یا کان کٹ گئی ہو یا تیزاب پھینکنے کی وجہ سے کسی کی جلد جھلس گئی ہو، کسی لڑائی میں جسم کا کوئی اعضاء کٹ گیا یا کوئی ایسی صورت پیش آئی ہو کہ آدمی کے جسم پر ظاہر ہونے والا عیب پیدائشی نہ تھا بلکہ حادثاتی وجہ سے ظاہر ہوا ہو۔ اس طرح کے تمام عیوب بیماری میں شمار ہوتے ہیں اسمیں کسی بھی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں اس کے لئے علاج کی اجازت ہوگی۔

اس کا ثبوت ہمیں احادیث نبوی ﷺ میں بھی ملتا ہے بخاری کی حدیث مبارکہ ہے ایک دفعہ غزوہ خندک کے موقع پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا تھا جس سے حضرت سعد بن معاذ کی بازو زخمی ہوگئی تھی تو رسول ﷺ نے ان کے لئے مسجد بنوی میں خیمہ لگوایا اور ان کے علاج و معالجہ میں کسی بھی قسم کی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

اسطرح حضرت رافع بن مالک کو غزوہ بدر میں تیر لگا تھا جس سے ان کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی تو رسول ﷺ نے حضرت رافع کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن لگایا تھا اور ان کے لئے دعا کی حضرت رافع خود فرماتے ہیں لعاب دہن کی برکت سے میری آنکھ میں ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اگر انسانی جسم میں ایسی تبدیلی ظاہر ہوجائے جس کی وجہ سے انسان ظاہری طور پر بدنما نظر آئے یعنی انسان کی شکل وصورت میں کوئی عیب آجائے اور نیت اچھی ہو کوئی ایسا فعل بھی سرزد نہ ہو جو کہ خلاف شریعت ہو تو پھر اس عیب کو انسانی جسم سے دور کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ ایک عام اصول حرج کو دور کرنے اور انسانی ضرورت کی رعایت کرنے کا بھی ہے جس طرح اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ

اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

شریعت اسلامیہ کا بھی یہ ہی مزاج ہے کہ اگر کوئی حرج ہے تو اسکو دور کیا جائے۔ قرآن مجید اور حدیث کے احکام اور شریعت اسلامیہ کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے ایک فقہی قاعدہ مقرر کیا ہے "الضرورات تبیح المحظورات" کہ ضرورت کے وقت ناجائز چیزیں بھی مباح ہوجاتی ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان بہت موٹا ہو جاتا ہے اور موٹاپے کی وجہ بہت سی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔

کیونکہ جب موٹاپا حد اعتدال سے بڑھ جاتا وہ انسان کے لئے بہت نقصان کا باعث بنتا ہے جیسے پیٹ اور کولھوں پر بہت زیادہ چربی کی تہیں آجائے تو اب اسطرح کا آپریشن کروانے والوں کی نیت کے اعتبار سے ہوگا اگر اس کی نیت علاج کی ہوگی تو جائز ہوگا اور اگر اس نے اپنے آپ کو محض خوبصورت بنانے کے لئے ایسا آپریشن کروایا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ جیسے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: انما الاعمال بالنیات کے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوگا۔

بڑھاپے کے آثار کو ختم کروانے کے لئے سرجری کا حکم :

انسان اپنی زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے اور بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اپنا بہت کمزور جسم لے کر پیدا ہوتا

ہے پھر اس بچے کی پرورش کے نتیجے اس کے اعضاء کا حجم بڑھتا ہے اور پھر اس میں طاقت اور چستی پیدا ہوتی ہے یہاں تک کے وہ جب جوان ہوتا ہے تو ہر پہلو سے مکمل ہوجاتے ہیں اور جوان ہوکر کر خوب طاقت ور اور با رعب پرکشش روپ دھار لیتا ہے۔ پھر قانون فطرت کے مطابق اس میں انحطاط شروع ہوجاتا ہے آہستہ آہستہ اس کی طاقت کم ہونا شروع ہوجاتی ہے اور یہاں تک کے بڑھاپے میں وہ کمزوری اور بے بسی کی اس حالت کو پہنچ جاتا ہے جس سے اپنے بچپن میں دوچار تھا یہ تو ایک فطری فعل ہے جا ہر انسان نے دوچار ہونا ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ان مراحل حیات کا تذکرہ آیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّى مِن قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

"وہی ہے جس نے تمہاری (کیمیائی حیات کی ابتدائی) پیدائش مٹی سے کی پھر (حیاتیاتی ابتداء) ایک نطفہ (یعنی ایک خلیہ) سے، پھر رحم مادر میں معلّق وجود سے، پھر (بالآخر) وہی تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر (تمہیں نشو ونما دیتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ۔ پھر (تمہیں عمر کی مہلت دیتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی (بڑھاپے سے) پہلے ہی وفات پا جاتا ہے اور (یہ سب کچھ اس لئے کیاجاتا ہے) تاکہ تم (اپنی اپنی) مقرّرہ میعاد تک پہنچ جاؤ اور اِس لئے (بھی) کہ تم سمجھ سکو"

عمر ڈھلنے کے ساتھ انسانی جسم میں پیدا ہونے والی جو تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں وہ فطری ہوتی ہیں اب اگر انسان ان فطری تبدیلیوں کو روکنے کے لئے اقدامات کرے گا تو وہ پھر فطرت سے بغاوت کرنا مراد ہوگا۔ اور یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ہے جس کو شیطانی تحریک کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی بنا پر اکثر خواتین کا بڑھاپے کی وجہ سے چہرے اور ہاتھوں پر ظاہر ہونے والی جھریوں کو دور کرنے کے لئے سرجریز کروانا اس اسلام اس کی قسم کی سرجریز کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ اگر کوئی مرد یا عورت کے بوڑھے ہونے کی وجہ سے فطری طور پر سر کے بال سفید ہوجائیں تو ان کا ان سفید بالوں کا خالص سفید رنگ کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس کے بارے میں حضور اکرمﷺ کا فرمان ہے:

يكون قوم في آخر الزمان يخضون با لسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة

"آخری زمانے میں ایک ایسی قوم آئے گی جو کبوتر کے گھونسلوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی، وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گے"

کیونکہ اس سے تدلیس واقع ہوتی ہے اور اسلام میں دھوکہ دہی کی اجازت نہیں ہے۔ اگر کسی لڑکی یا لڑکے کے بال بیماری کی وجہ سے سفید ہوگئے ہو حالانکہ عمر طبعی کے لحاظ سے ان بالوں کو ابھی پکنا نہیں چاہیے تھا تو ان کیلئے خضاب کے استعمال کی اجازت ہوگی کیونکہ شریعت اسلامیہ کا مقصد تو تلبیس سے روکنا ہے اور یہاں اگر وہ خضاب استعمال کریں گے تو ان کا مقصد کم عمری ظاہر کرنا نہیں ہوگا بلکہ ان کو دیکھ کر جو کبرسنی کی غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ تو اسے دور کرتا۔

فطری جسمانی اعضاء کو تبدیل کرنے کیلئے سرجری:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک ہیئت پر پیدا نہیں کیا ہے بلکہ ہر فرد کی ساخت، رنگ اعضاء ایک دوسرے سے مختلف ہیں کسی کو کالا بنایا ہے تو کسی کو موٹا بنایا ہے تو کسی کو کمزور بنایا ہے کسی کی ناک اونچی ہے تو کسی کی پچکی ہوئی ہے کسی کا سینہ کشادہ ہے تو کسی کا تنگ ہے عموماً یہ معمولی فرق اعضاء کے دیئے گئے امور سے بالکل خارج نہیں ہوتے اور ان کو عام قانون فطرت کے خلاف بھی تصور نہیں کیا جاتا

لیکن ان میں سے بعض ہیئتوں کو پسندیدہ خیال کیا جاتا ہے اور انہیں خوبصورتی کی علامت سمجھا جاتا ہے اور بعض ہیئتوں کو ناپسند کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے آج کے دور میں سرجریز کا دور آ گیا ہے اور ان تکنیک سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے جس نے آج ایک بہت زیادہ منافع بخش کاروبار کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور جو فرد جس طرح کی شکل وصورت کو پسند کرتا ہے اس طرح کی سرجریز کے ذریعے بآسانی کروا لیتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کیا اسلام اجازت دیتا ہے یا اس طرح کی سرجریز کی کوئی گنجائش ہے۔

انسانی جسم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ایک امانت ہے اور اس امانت کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے بارے میں باز پرس بھی اسی طرح ہوگی جس طرح باقی قوانین شریعت کی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کے اعضاء کو بیش بہا امور سرانجام کرنے کا حکم دیا ہے جسطرح اللہ تعالیٰ نے آنکھ، ناک، کان، دل و دماغ وغیرہ کا تذکرہ کیا کے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتیں ہیں جس پر اب انسان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور شکرانے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کو بجا لائے اور اللہ کی ناشکری نہ کر کے شرک میں مبتلا نہ ہو کیونکہ قیامت کے دن ان سب سے الگ الگ باز پرس ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولاً

اور (اے انسان!) تو اس بات کی پیروی نہ کر جس کا تجھے (صحیح) علم نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے انسان اپنے جسم کا مالک نہیں کہ جس طرح چاہے اس میں تغییر کرے بلکہ کہ ان کو صرف ان کے نہیں مفوضہ کاموں میں استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس جسم کو اللہ تعالیٰ کے اوامر میں لگانا ضروری ہے اور اس کے مناہی سے بچاتے ان امور کی انجام دہی ضروری ہے جس کے لئے یہ جسم انسان کو ملا ہے اس سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ انسانی جسم میں خالق کی مرضی کے مطابق لباس و پوشاک پہنانا جس طرح درست نہیں ایسے ہی اس بدن کے اعضاء و اطراف میں اپنی من مانی کر کے ہبہ کرنا، ترمیم وتبدل کرنا یا پھر دوسرے امور سرزد ہونا وغیرہ تغییر لخلق اللہ میں شامل ہیں اس لئے شرعی نقطہ نظر سے اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

کم سن اور خوبصورت وحسین نظر آنے کے لئے سرجری:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس کو حسن وجمال کے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے اور صورتوں میں سے اچھی صورتیں عطا کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وصورکم فأحسن صورکم.

زیبائش وآرائش انسان کی فطرت میں داخل ہے اور فطری طور پر بھی چاہتا ہے کہ وہ صحت مند رہے اسے کوئی بیماری لاحق نہ ہو اس کے اعضاے بدن ٹھیک طریقہ سے کام کرتے رہیں ان کے افعال میں کوئی نقص وخلل واقع نہ ہو ظاہری طور پر بھی ان میں کوئی عیب دکھائی نہ دے او راس کی شخصیت پرکشش اور جاذب نظر معلوم ہو یہی وجہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اس کے کسی عضو میں بدہیئتی پیدا ہوجائے تو اس کے ازالے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ عضو اپنا مفوضہ کام کرنا بند کردے یا اس میں کمی آ جائے تو شریعت نے بھی انسان کی اس فطرت کی رعایت کرتے ہوئے اپنے حدود میں رہتے ہوئے زیب وزینیت کی اجازت ہی نہیں بلکہ اس کی ترغیب دی ہے جیسا کے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یا بنی آدم خذو زینتکم عند کل مسجد

اے اولا دآدم ہر نماز کے وقت لباس وغیرہ سے اپنے کو آراستہ کرلیا کرو

حضور اکرم ﷺ کی احادیث پاک سے بھی ہمیں

زیب و زینت کا ثبوت ملتا ہے کہ کون سی زینت اختیار کی جائے اور کس طرح کی زینت سے بچا جائے۔

اسی طرح یہ حدیث ہے:

إن الله جميل ويحب الجمال

بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے جس خوبصورتی کو اختیار کرنے کی اجازت دی ہے تو اس کے کچھ حدود و قیود کا بھی خیال رکھا ہے کہ خوبصورتی میں اضافہ کے لئے خارجی تدابیر کو تو اختیار کرنے کی گنجائش تو ہے لیکن اس سے یہ مراد بالکل نہیں ہوگا جسم کے اعضاء میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کرانا جائز ہوگا بلکہ ممنوع ہوگا۔

اس طرح حضورﷺ جب کوئی ایسا شخص دیکھتے کہ جس کے بال بکھرے ہوئے ہوتے تو آپﷺ فرماتے:

" کیا یہ شخص کوئی ایسی چیز نہیں پا تا جس سے اپنے بالوں کو درست کر لے اسی طرح آپﷺ نے ایک بار میلے کپڑوں میں ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا" کیا اسے کوئی چیز نہیں ملتی جس سے یہ اپنے کپڑے دھو لے "

مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسی خوب صورتی اختیار کرنے کی تدابیر کو شریعت نے اپنے مقرر حدود کا پابند بنایا ہے کہ حسن و جمال میں اضافہ کے لئے خارجی تدابیر کو اختیار کرنے کی گنجائش تو ہوسکتی ہے لیکن اس سے یہ ہرگز نہیں کہ بدن کے اعضاء میں کوئی ایسی تبدیلی کروانا جائز ہوگا۔ اگر سرجری کا مقصد حسن وجمال میں اضافہ ہو جیسے عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے چہرے پر پیدا ہوئے جھریوں کو دور کرنا، ناک بڑا کرنا یا چھوٹا کرنا، یا ہونٹ کو پتلا یا موٹا کرنا، معمولی جسمانی کمی یا بیشی کرنا خوبصورت نظر آنے کے لیے جسم کے کسی حصہ کو بڑا یا چھوٹا کرنا تا کہ کم عمر کا دکھائی دے، سامنے کے دانتوں کے درمیان فصل کرنا، گودنا اور گودوانا وغیرہ تا کہ وہ عام میعاری حسن وجمال کے مطابق ہوجاے جس میں تغیر لخلق اللہ لازم آتی ہو تو یہ جائز نہیں ہوگا رسول اللہﷺ نے ایسے کئی چیزوں سے صراحتا منع فرمایا ہے جو اس زمانے میں عربوں کے درمیان حسن وجمال میں اضافہ کے لیے مروج تھی۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لعن الله الواشمات والمتوشومات والمتنمصات والمتفنجات للحسن المغيرات خلق الله

اللہ تعالیٰ نے گودنے والی ،گودوانے والی بھوؤں کا بال نکالنے والی اور دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے والی پر لعنت بھیجی ہے اگر یہ چیزیں حسن میں اضافہ کی خاطر ہوں۔

قرآن مجید میں آیت مبارکہ موجود ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا

اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو

حدیث پاک میں "المتفنجات " کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے دانتوں کو تراش کر ان کے درمیان فاصلہ پیدا کرتی ہیں۔ یہ کام زیادہ عمر والی خواتین کرواتی تھی تاکہ وہ کم عمر دکھائی دیں اور ان کے دانت خوبصورت لگیں دانتوں کے درمیان فاصلہ جو معمولی سا ہوتا ہے وہ فطری طور پر چھوٹی بچیوں میں ہوتا ہے جب عورت بوڑھی ہوجاتی ہے وہ اس کے دانتوں کے درمیان وہ فاصلہ باقی نہیں رہتا اور اگر وہ یہ کوشش کرتی ہے کہ ان کے دانتوں کے درمیان فاصلہ کم ہوجائے اور وہ کم عمر نظر آئے ۔

حدیث سے واضح ہے کہ وہ خواتین جو اپنے سامنے کے دانت خوبصورتی کے لئے علیحدہ کرواتی ہیں وہ گنہگار ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام حرام ہے، اور لفظ "خوبصورتی کے لئے "علت کے طور پر ہے کیونکہ یہ وصف مفہم (reasoned description) ہے۔ ایک خاتون جو خوبصورتی

کی خاطر اپنے دانتوں کے بیچ جگہ بنوائے وہ گنہگار ہے، جس کا مطلب ہے کہ اگر یہ خوبصورتی کے لئے نہیں بلکہ علاج کے غرض سے ہے تو یہ جائز ہے۔ لسان العرب میں بیان کیا گیا ہے"' :الفلج 'کا مطلب، پیدائشی طور پر سامنے اور اطراف کے دانتوں کا الگ الگ ہونا ہے، لیکن اگر یہ مصنوعی طور پر یعنی خود سے کیا جائے تو اسے 'التفلیج 'کہتے ہیں۔ اور 'رجل افلج 'کے معنی ایک ایسے مرد کے ہیں کہ جس کے دانت الگ الگ ہوں، اور 'امرأة فلجاء 'کے معنی ایک ایسی عورت کے ہیں کہ جس کے دانت الگ الگ ہوں"۔

لہٰذا، "المتفلجۃ" کے معنی ایک ایسی عورت کے ہیں کہ جو اپنے دانتوں کو رگڑواتی ہے تاکہ دانت چھوٹے ہوجائیں اور ان کے درمیان فاصلہ کم ہوجائے، دانت خوبصورت لگیں اور وہ ایک نوجوان لڑکی کی طرح نظر آنے لگے، یعنی دانتوں میں کوئی خرابی نہ ہو کہ جس کے لئے علاج کی ضرورت ہے بلکہ ظاہری شکل اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو بنوانا، تو اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس حدیث کے مطابق جس میں نبیﷺ نے لعنت بھیجی ہے ایسی عورتوں پر جس نے اپنے دانتوں کو خوبصورتی کے لئے جدا کروایا ہو، یعنی وہ مصنوعی خوبصورتی کی خاطر یہ کرتی ہوں۔ تو یہ "خوبصورتی "شرعی وجہ (علت) ہے اس ممانعت میں، لہٰذا اگر یہ موجود نہیں ہو، یعنی اگر یہ خوبصورتی کے لئے نہیں ہو، تو جائز ہے، یعنی علاج کے غرض سے۔

النووی کے نزدیک المتفنجات کی شرح:

" المتفنجات 'فا 'اور 'جیم 'کے ساتھ ،جس سے مراد مفنجات الاسنان ہے یعنی سامنے اور اطراف کے دانت کو کاٹنا، لفظ 'الفلج 'جس کے معنی سامنے اور اطراف کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے، بزرگ خواتین نوجوان لگنے اور اپنے دانتوں کی خوبصورتی کو ظاہر کرنے کے لئے یہ فاصلہ عملِ جراحت کے ذریعے کرواتی ہیں، کیونکہ دانتوں کے درمیان یہ خوشگوار فاصلہ نوجوانی میں لڑکیوں میں ہوتا ہے۔ پس ان کے بیان کے مطابق المتفنجات سے مراد خوبصورتی ہے کہ وہ خوبصورتی کی خاطر یہ کرواتی ہیں اور اس سے پتا چلتا ہے کہ اگر یہ خوبصورتی کے لئے کیا جائے تو یہ حرام ہے۔لیکن اگر علاج کے غرض سے ضرورت ہو یا دانتوں میں خرابی کی وجہ سے یا اسی طرح کچھ، تو یہ جائز ہے، اور اللہ سب سے بہتر جانتا ہے"۔

اب اسی طرح حدیث شریف میں "المتفنجات للحسن " اب حسن کو مشروط کر دیا ہے اگر اس کا مقصد محض حسن کو دو بالا کرنا ہوگا یہ جائز نہیں ہوگا اور اگر اس کا مقصد علاج و معالجہ ہوگا تو اس کی شریعت اسلامیہ میں گنجائش ہے۔

اس طرح آج کل ایک نیا فیشن آگیا ہے آنکھوں کی خوبصورتی کے لئے مصنوعی پلکیں جن کو اصلی پلکوں کے ساتھ لگایا جاتا ہے اس سے بال زیادہ گھنے اور سیاہ محسوس ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس میں تدلیس پائی جاتی ہے جس کی اسلام میں قطعاً اجازت نہیں۔ اسطرح انسانی بدن میں عمر کے بڑھنے کی وجہ ست جو عیوب ظاہر ہو اس کو چھپانا دھوکہ کے ضمن میں آتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تغییر ہوگی۔

جسم کے ایک جز کی دوسری جگہ منتقلی کی سرجری:

آج فیشن کی دنیا میں ایک نئی تکنیک سرجری کی رائج ہوئی ہے کہ انسانی جسم کے ایک جز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ٹرانسفر کیا جاتا ہے یا تو وہ جز ایک فرد کا ایک جگہ سے لے کر دوسری جگہ منتقل کیا جاتا ہے یا تو وہ دوسری کا انسان کا ہوتا ہے جو کہ کسی اور شخص کے جسم میں لگایا جاتا ہے یا تو وہ کسی جانور کا کوئی جز لے کر انسان کے جسم میں لگا دیا جاتا ہے تاکہ جسم کی خوبصورتی کو دوبالا کیا جا سکے اور بعض اوقات انسان اپنی بیماری کے لئے ایسا کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا انسان جسم کو خوبصورت بنانے کے لئے یا علاج و معالجہ کے لئے ایسا کروا سکتا ہے کس حد تک اسکی شریعت میں گنجائش ہے اللہ تعالیٰ جن چیزوں کو انسانیت کے لئے حرام یا ممنوع قرار دیا یقیناً وہ انسان کے لئے نقصان دہ ہونگے اگر چہ وہ انسانوں

کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور وہ نقصان بعض اوقات انسانی جسم سے متعلق ہوتا ہے کبھی وہ انسانی روح سے متعلق ہوتا ہے اور کبھی دونوں کے متعلق ہوتا ہے ۔شریعت اسلامیہ نے انسان کے علاج و معالجہ کے لئے بہت سی سہولیات دی ہیں اور مریض کے لئے عبادات میں تخفیف فر ما دی ہے۔اب یہ انسان پہ ہوگا کہ وہ ان سہولیات کو کس حیثیت سے لیتا ہے۔اس کے بارے میں دو رائیں ہیں ایک یہ کے جواز اور ایک عدم جواز کی ہے۔

عدم جواز کے دلائل :

عدم جواز کی پہلی دلیل یہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور بدنِ انسانی انتہائی محترم ہے، کیوں کہ اس بدن کی تخلیق رب تعالیٰ نے خود فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔

اسی طرح بدنِ انسانی کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ

اور بیشک ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسانی جسم رب تعالیٰ کے ہاں انتہائی قابلِ عظمت اور مقدس ہے۔ چنانچہ انسانی جسم کے بالوں کا شرعی حکم بھی یہی ہے کہ ان بالوں کو دفن کر دیا جائے تا کہ جسم انسانی سے جڑے ان بالوں کو تحقیر سے بچایا جاسکے۔اسی طرح جسمِ انسانی کی تقدیس اور حفاظت کے لیے جسم کی بے جا خراش تراش سے بھی منع کر دیا گیا، بلکہ اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے، یہ اعضاء انسان کی ملکیت نہیں ہیں تو انہیں نہ تو فروخت کرنے کا اختیار ہے اور نہ ہی کسی کو ہدیہ دینے کی اجازت ہے۔یہی وجہ ہے کہ کسی بھی انسان کو اجازت نہیں کہ وہ بغیر عذر کے اپنے اعضاء کاٹ دے، یا خود تصرف کرتے ہوئے خودکشی کرلے، اسی لیے خودکشی کو حرام موت کہا گیا ہے۔

فرمان رسول ﷺ ہے:

من قتل نفسه بشيء في الدنيا عذاب به يوم القيا مة .

"جس شخص نے دنیا میں اپنے آپ کو جس چیز سے قتل کیا اسی چیز سے اسے قیامت کے دن عذاب ہوگا"

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے تو اس نے کیوں کر اپنے جسم پر تصرف کیا۔

جواز کے دلائل:

جس طرح انسانی جسم اہمیت کا حامل ہے اسی طرح انسانی جسم و جان کی حفاظت کے لیے ہر ممکن راستہ اختیار کرنا نہ صرف مباح ہے بلکہ بسا اوقات واجب اور ضروری ہوجاتا ہے۔جب انسانی جان وجسم کو خطرہ لاحق ہو تو اس کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

اور فقہ کا قا عدہ یہ ہے کہ "الضروات تبیح المحظو رات "ضرورت کے تحت ممنو ع بھی مباح ہوجاتا ہے اور "المشقۃ تجلب التیسیر مشقت "آسانیاں لاتی ہے اور جہاں پر مشقت ہوگی وہاں پر شریعت اسلامیہ آسانیاں پیدا کر دیتی ہے۔

اگر کسی بھی جز کی منتقلی کا مقصد زینت مطلوب ہوگی تو شریعت اسلامیہ کی رو سے جائز نہیں ہوگا اگر اس کا مطلوب علاج و معالجہ ہو اور گمان بھی غا لب ہو کہ اس کے بغیر صحت یا بی ممکن نہیں ہے تو اور ڈاکٹرز نے بھی آخری یہ ہی فیصلہ کیا ہو تو پھر اس کی شر یعت اسلامیہ میں گنجائش ہوگی۔ وہ بھی بقدر علاج ہوگی جیسے اللہ تعالی نے اضطراری حا لت میں مردار کھا نے کا حکم دیا ہے تو وہ بھی جان بچانے کی حد تک ہے کہ اتنا کھا نا جا ئز ہو گا کہ جان بچ جائے پیٹ بھر کر کھا نا کا حکم نہیں ہے۔

سب سے آخری اور اہم بات یہ ہے کہ اگر اس طرح کی سرجریز کی اجازت بھی دے دی جائے تو جسمِ انسانی کی حقارت اور اہانت کا جو دروازہ کھلے گا اس کے نتائج انتہائی بھیانک ہوں گے۔ مالدار اپنے عزیز واقارب کی جان بچانے کی خاطر غریبوں کے اعضاء کی بولیاں لگائیں گے اور وہ غریب جو پہلے ہی کسمپرسی کا شکار ہے اور بڑی مشکل سے اپنے کنبے کی کفالت کرتا ہے، وہ مجبوری کے وقت اپنے اعضاء کی بولی لگائے گا۔اس پر مستزاد انسانیت کے وہ سوداگر جو کسی بھی روپ میں ہوں، انسانی زندگی کے ساتھ کھلواڑ شروع کردیں گے۔ اور کبھی نہ بند ہونے والا انسانی تباہی کا یہ دروازہ کھل جائے گا۔

شناخت چھپانے کے لئے سرجری:

انسان جو افعال سرانجام دیتا ہے وہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک یہ جن میں نیت سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ اچھی ہو یا بری ہو اس پر مواخذہ ہوگا جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، زنا، جھوٹ وغیرہ اور اسطرح دوسرا فعل یہ ہے کہ اگر اسکے کرنے میں نیت اچھی ہوگی کسی منفعت کا حصول ہو تو جائز ہوگا اور اگر بلاضرورت ہو تو وہ جائز نہیں ہوگا۔

اسطرح حضور اکرمﷺ نے کسی بھی جانور کو آگ سے تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے اور اگر اسکا مقصد نشان یا علامت لگانا ہو تو پھر آپ نے اس کی اجازت دی اور آپﷺ نے وسم کے ذریعے خود بھی نشان لگایا حالانکہ یہ بھی ایک طرح کا اذیت پہچانا ہی ہے لیکن صرف نیت کے فرق سے حکم میں فرق واقع ہوگیا۔ دراصل اسکی وجہ یہ ہوتی ہے نیت کے بدلنے سے نہی کی علت معدوم ہوجاتی ہے۔

اسطرح اگر کوئی مجرم اپنی پہچان چھپانے کے لئے سرجری کروا تا یا بعض اوقات کوئی انسان کسی مظالم سے تنگ ہو کر سرجری وہ چاہتا یہ ہو کہ وہ کسی بھی طرح وہ ان کی گرفت میں نہ آئے تو اس میں بلاکسی جائز وجہ کہ اس میں تغییر خلق اللہ ہوتی ہے اور دھوکہ تدلیس اور تزویر جیسی ممانعت کی تمام علتیں پائی جاتی ہے اور یہ علت بھی پائی جاری ہوتی ہے کہ وہ قانونی تقاضوں کو پورا کرنے فرار ہو رہا ہوتا ہے اور اگر اس کے اس عمل کا مقصد اور نیت ہی یہ ہو کہ وہ ان حکام کے سامنے ہے کر ان سے چھپا رہے تو ظاہری بات ہے یہ تدلیس (دھوکہ) ہوگا اور اگر وہ کسی دوسرے فرد کی شکل کو سرجریز کے ذریعے پیش کر رہا ہے تو تزویر ہوگی۔

شریعت اسلامیہ کی تعلیمات سے یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ اس میں دھوکہ جھوٹ اور مکروفریب کو ناپسند کیا جاتا ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسلام کا مزاج بھی یہ ہے کہ کوئی فرد اسی طرح دکھائی دے جس طرح وہ حقیقت میں ہے۔

ایک عورت حضور اکرمﷺ کے پاس آئی اور عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ میری ایک سوکن ہے کیا میرے اوپر گناہ ہوگا اگر میں اس سامنے یہ اظہار کروں کے میرے شوہر نے مجھے فلاں فلاں چیزیں دی ہیں حالانکہ حقیقت میں اس نے وہ چیزیں نہ دی ہو تو آپﷺ نے فرمایا:

المتشبع بمالم یعط کلابس ثوبی زور

جسے کوئی چیز حاصل نہ ہو اور وہ اس کے حاصل ہونے کا اظہار کر وہ اس شخص کی طرح ہے جو جھوٹ وفریب کے کپڑے پہنے ہوئے ہو۔

شریعت اسلامیہ اس بات کی تلقین کرتی ہے کہ مصائب آلام آئیں تو وہ انھیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔ اس پر وہ ثواب کا مستحق ہوگا لیکن جو انسان کے لئے قابل برداشت نہیں ہوتے شریعت اسلامیہ نے ان میں رخصت دی ہے۔

شریعت اسلامیہ اس بات کی بھی اجازت دیتی ہے ظلم سے بچنے کیلئے وہ شخص راہ فرار اختیار کرسکتا ہے اور کہیں جا کر چھپ بھی سکتا ہے جیسے صلح حدیبیہ کے بعد پر حضرت ابو بصیر اور دیگر متعدد مکہ کے مسلمانوں نے اہل مکہ کی گرفت سے بچنے کے لئے ایک مقام پر پناہ لی تھی۔

لیکن اس کام کیلئے شریعت اسلامیہ سرجریز کی اجازت قطعاً نہیں دیتی کیونکہ اس میں دھوکہ اور فریب ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تبدیلی ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

حاصل کلام

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے تمام معاملات کے لئے خواہ وہ انفرادی نوعیت کے ہوں یا ان کا تعلق معاشرے، جماعت اور امور مملکت سے ہوں سب کے لئے بھر پور رہنمائی کا سامان موجود ہے خود سنت رسولﷺ نے بھی ایسے اصول وکلیات کی واضح نشاندہی کر دی ہے جن کی روشنی میں اہل علم وفضل نئے پیش آنے والے مسائل کا حل تلاش کرتے رہیں گے۔ بعض جزوی مسائل کی نوعیت بھی ایسی ہوتی ہے کہ ان کو نظیر اور مثال بنا کر ان سے ملتے جلتے مسائل اور جزئیات کا حکم معلوم کیا جاتا۔ دین اسلام کا ایک یہ امتیاز یہ ہے کہ اس میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل اور رہنمائی موجود ہے۔ لہٰذا ان جدید سائنسی ایجادات و انکشافات سے اسلام کے دائرے میں رہتے ہوئے فائدہ حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسلامی قوانین ایسے بے لچک نہیں کہ اگر کوئی امر ممنوع کردیا ہے تو کوئی صورت اس کے جائز ہونے نہیں رہ جاتی اگرچہ اس سے انفرادی واجتماعی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اسلامی قوانین اضطراری حالت میں حرام سے انتفاع کی بھی اجازت دیتے ہیں اور یہ اصول وقواعد متعین کیے جاتے ہیں کہ کون سے حالات اضطرار کے ہیں۔ اور کتنی مقدار میں اور کونسی صورتوں میں ہم ان سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کاسمیٹک سرجری خواہ خوبصورتی کے لئے ہو یا دیگر مقاصد کے لئے، جاسوسی کے لئے ہو یا جرم کے لئے، یا جسم انسانی میں موجود کسی نقص اور عیب یا کمی کو دور کرنے کے لئے ہو یا فطری عیب کو ختم کرنے اور زائل کرنے کے لئے کاسمیٹک سرجری جائز ہے، اسی طرح اچانک پیدا ہونے اور رونما ہونے والے کسی بھی عیب کے ازالہ کے لئے پلاسٹک سرجری درست ہوگی، اس سلسلہ میں متعدد احادیث سے بھی روشنی ملتی ہے، جن میں سونے کی ناک بنوانے، یا سونے کے دانت بنوانے کا ذکر موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالی نے انسان کو چونکہ احسن تقویم یعنی بہترین حالت پر پیدا کیا ہے اس لئے اس جسم پر کسی بھی طرح کے پیدا ہونے والے عیب کا ازالہ کرنا درست ہوگا۔ ہندوستان میں ایسے حادثات اکثر ہوتے ہیں کہ نوجوان لڑکیوں پر ایسڈ پھینک دیئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کا چہرہ، ان کی آنکھیں سب خراب ہوجاتی ہیں اور وہ بہت ہی بدشکل بن جاتی ہیں، ظاہر ہے ایسی صورت میں اگر پلاسٹک سرجری سے ان کی فطری حالت میں قدرے بہتری آجاتی ہے تو اس میں یقیناً کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مطلوب ہے، جسمانی تکلیف کے ازالہ کے لئے اور مظلوم کا ظالم سے بچنے کے لئے پلاسٹک سرجری کرانا جائز ہوگا، کاسمیٹک سرجری اپنے اصل کے اعتبار سے ایک جائز عمل ہے اس لئے یعنی اگر مقصد علاج اور ضرر کا دور کرنا ہو تو درست ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغییر اور تبدیلی جس صورت میں ہو وہاں یہ ناجائز ہے خواتین کے لئے زائد بالوں کا ہٹانا اور کریموں وغیرہ سے رنگ گورا کرنا تو جائز ہے اور اسطرح پیدائشی طور پر جو عیب ہو جس کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہو تو اس صورت میں ان اعضاء کی تبدیلی کروانا درست ہوسکتی ہے اگر اپنی مرضی سے جسم کے اعضاء میں تبدیلی کروائی جائے جس کا مقصد محض خوبصورتی اور حسن ہو وہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دھوکہ اور تلبیس ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور جسم میں ایسی ناروا تبدیلی کروانا کفران نعمت اور ناشکری کے زمرے میں آتا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے ساتھ منہاج القرآن ویمن لیگ کی آن لائن میٹنگ

رپورٹ

کورونا وائرس کی وبا کے دوران حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی منہاج القرآن کی جملہ تنظیمات ،فورمز، زونز اور تعلیمی، تربیتی انسٹیٹیوشنز سے خصوصی آن لائن گفتگو فرما رہے ہیں ۔ ان آن لائن اجلاسوں میں قبلہ حضور کو کارکردگی رپورٹس بھی پیش کی جاتی ہیں اور حضور شیخ الاسلام اس موقع پر استعداد کار میں بہتری کیلئے ضروری ہدایات بھی فرماتے ہیں ۔ اس ضمن میں مورخہ 22 جون 2020 (سوموار) کو منہاج القرآن ویمن لیگ کا خصوصی آن لائن اجلاس منعقد ہوا جسکی صدارت حضور شیخ الاسلام نے فرمائی ۔ اس موقع پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری بھی شریک اجلاس تھے ۔ آن لائن اجلاس کے دوران منہاج القرآن ویمن لیگ کی مرکزی صدر فرح ناز اور ناظمہ سدرہ کرامت کی طرف سے تنظیمات اور پراجیکٹس ڈائریکٹرز کی مرتب کردہ کارکردگی رپورٹس حضور شیخ الاسلام کو پیش کی گئیں ، رپورٹس کی تیاری میں 90 سے زائد عہدیدار خواتین نے حصہ لیا جسے حضور شیخ الاسلام نے بے حد سراہا اور مرکزی صدر و ناظمہ، جملہ ناظمات، تنظیمات ، ذیلی شعبہ جات کی ڈائریکٹرز ،زونل ہیڈز کو مبارکباد دی ۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی طرف سے حضور شیخ الاسلام کو کارکردگی رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا گیا کہ منہاج القرآن ویمن لیگ نے تین سالوں میں چار شعبہ جات کو 9 شعبہ جات تک بڑھایا، تین سال قبل تین زونز تھے جو متحرک تنظیمی کردار کے باعث 9 زونز تک بڑھ گئے ۔ 90 سے زائد اضلاع و تحصیلات میں تنظیم نو کی جا چکی ہے ۔ 38 نئی تحصیلی تنظیمات کا قیام عمل میں لایا گیا ہے ۔ بھرپور تنظیمی سرگرمیوں کی وجہ سے فیلڈ میں 32 نئے دفاتر قائم کئے گئے ہیں۔ 2018-19 میں 240 تحصیلوں کے ریکارڈ تنظیمی وزٹ کئے گئے ۔ اخلاقی، روحانی، تنظیمی تربیت کے حوالے سے 53 کتابچے، بروشرز، ورکنگ پلانز، تعارفی لٹریچر پرنٹ کئے گئے ۔

تین سالہ رپورٹ میں بتایا گیا ایک سال میں ایوریج 48 وزٹ کئے جاتے ہیں جو تحریک کی تنظیمی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے ۔ مشن کے فروغ اور حضور شیخ الاسلام کی فکر کو عام کرنے کیلئے سوشل میڈیا سمیت جدید ذرائع ابلاغ کرنے کی داغ بیل بھی ڈالی گئی جسے سوشل میڈیا ورکنگ کونسل کا تعاون بھی حاصل ہے ۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ مذکورہ جملہ دعوتی، تعلیمی، تربیتی، تنظیمی اہداف کے حصول کیلئے قدم قدم پر محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری چیئرمین سپریم کونسل اور صدر منہاج القرآن ویمن لیگ انٹرنیشنل ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کی فکری رہنمائی اور عملی تعاون حاصل رہا ۔ روزمرہ کے امور میں محترم نائب صدر بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان اور ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور صاحب کی بھی بھرپور سرپرستی اور تعاون میسر نہ ہوتا تو اہداف کا حصول سہل نہ ہوتا ۔

بیرونی ممالک میں تربیتی سرگرمیاں:

پاکستان سے باہر یورپ کے 9 ممالک کی 85 تنظیمی ذمہ داران کیلئے پہلی بار ;83;peakers prepration ;67;ourse کا انعقاد ہوا ۔ بیرونی ممالک میں تعلیمی،تربیتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں 3ہزار فیملیز اور 4ہزار نئی خواتین تک مشن کا پیغام انتہائی موثر اور غیر روایتی انداز میں پہنچایا گیا ۔ زونز اور ڈیپارٹمنٹس کی تنظیمی سرگرمیوں کو اجاگر کرنے کیلئے ضلع اورتحصیل کی سطح پر سوشل میڈیا نیٹ ورک قائم کیا جا رہا ہے ۔ منہاج القرآن ویمن لیگ نے قرآنی انسائیکلو پیڈیا کی 75 تقریبات منعقد کیں ۔ 3102انسائیکلو پیڈیا کی فیلڈ میں ترسیل یقینی بنائی گئی ۔ بھرپور رابطہ مہم کے نتیجے میں عالمی میلاد کانفرنس اورشہر اعتکاف میں ہر سال ہزاروں خواتین شرکت کرتی ہیں ۔ گزشتہ سال میلادمہم کے تحت ملک بھر میں 3ہزار سے زائد سیرت النبی ؟ کانفرنسز منعقد کی گئیں جن میں شرکت کیلئے 2 لاکھ خواتین کو دعوت دی گئی ۔ ان سیرت کانفرنسز میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین شریک ہوئیں ۔

ایگرز:

رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2017میں پہلی بار ایگرز کے نام سے نظامت اطفال کی بنیاد رکھی گئی،ایگرز کے قیام کا مقصد بچوں میں تعمیری،اخلاقی رویوں کو پروان چڑھانا اور انہیں اسلامی تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ کرنا ہے ۔ الحمد اللہ ایگرز کے اس ملک گیر تربیتی پروگرام کے تحت 35 ضلعوں ،89 تحصیلات میں ایگرز کی ٹی میں موجود ہیں ۔ اب اگلے مرحلے میں اسکا دائرہ کار یوسی کی سطح پر بڑھا رہے ہیں اور 8 یونین کونسلوں میں ایگرز کے ٹی میں تشکیل دی جا چکی ہیں ۔ ایگرز کے زیر اہتمام قطر،کینیڈا،اومان،سپین میں کامیاب پراجیکٹس لانچ کئے جا چکے ہیں ۔ اس وقت بالواسطہ اور بلاواسطہ 9ہزار سے زائد بچے ایگرز نیٹ ورک کا حصہ ہیں ۔ بچوں کی اعتماد سازی اور ان میں حصول تعلیم کے جذبات اجاگر کرنے کیلئے ایگرز سنڈے سکول سسٹم قائم کیا گیا ہے ۔ اس پراجیکٹ کے تحت 8 میٹرو پولیٹن شہروں میں 31 سنڈے سکولز خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ ان سنڈے سکولوں میں زیر تعلیم بچوں کی تعداد 960ہے ۔ بچوں کی رمضان پلانرز،ربیع الاول ایکٹویٹی،ایگرز اعتکاف ورک بکس کےعنوانات کےتحت سائنسی انداز میں تربیت کاعمل جاری ہے ۔

الہدایہ پروجیکٹ:

رپورٹ میں بتایا گیا کہ منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام عرفان الہدایہ پروجیکٹ بھی کامیابی کے ساتھ جاری ہے ۔ اس پروجیکٹ کے تحت ;84;he ;71;lorious ;81;uran کےلفظی و بامحاورہ ترجمے کے ساتھ اول اور پارہ سوم کا ترجمہ ہو چکا ہے جسے عوامی سطح پر بے حد پذیرائی حاصل ہوئی ۔ اس کے علاوہ عرفان الہدایہ ڈپلومہ کورس،ذخائر القرآن عوامی توجہ کے حامل اہم پروگرام ہیں ۔ اس پراجیکٹ کے تحت قرآن کانفرنسز،قرآن سیمینارز،قرآن سرکلز برائے فیملیز باقاعدگی کے ساتھ منعقد کئے جاتے ہیں ۔ ان تعلیمی تربیتی پروگرامز کی وجہ سے پڑھی لکھی خواتین میں منہاج القرآن اور قائدتحریک کے بارے میں مثبت سوچ اجاگر ہو رہی ہے ۔ ;67;ovid-19 کی وبا کے دوران تقریباً 2ہزار خواتین کوقرآن پاک کی تعلیمات کے ساتھ مشن کی بھرپور دعوت دی گئی ۔

ایم ایس ایم سسٹرز:

ایم ایس ایم سسٹرز منہاج القرآن ویمن لیگ کا اہم اورمتحرک شعبہ ہے ۔ یہ شعبہ قرآن مجید کوقواعد کے مطابق پڑھنے اور سمجھنے سےمتعلق بنیادی کورسز کا اہتمام کرتا ہے ،اس میں تجوید،فقہ،قرآت کے کورسز بطور خاص شامل ہیں ،اس کے علاوہ راء ٹنگ سکل،امیج بلڈنگ اور ریسرچ کےمتعلق تربیتی سیشنز بھی منعقد کئے جاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ بک ریڈنگ کے کلچر کے احیا پر بھی سالانہ میٹنگز اور تربیتی سیشنز منعقد کئے جاتے ہیں ۔ ایم ایس ایم سسٹرز سوشل میڈیا پر بھی اپنا متحرک کردار ادا کر رہی ہے ۔

دختران اسلام:

دختران اسلام،منہاج القرآن ویمن لیگ کا ایک اہم تعلیمی،تربیتی ،فکری،اشاعتی منصوبہ ہے ۔ دختران اسلام کے ذریعے تحریک اور قائد تحریک کی فکر کو ہزاروں خواتین تک پہنچایا جاتا ہے ۔ دختران اسلام ہر ماہ باقاعدگی سے شاء ع ہوتا ہے ۔ اس ماہانہ میگزین کے ذریعے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے ،دختران اسلام کی ہزاروں کاپیاں اندرون اور بیرون ملک ہزاروں خاندانوں تک پہنچتی ہیں جنکا توجہ اور دلچسپی سے مطالعہ کیا جاتا ہے ۔

شیخ الاسلام کے تعریفی کلمات:

حضور شیخ الاسلام نے شاندار کارکردگی پر منہاج القرآن ویمن لیگ کی جملہ ذمہ داران کو مبارکباد دی اور کہا کہ بیٹیوں کی مثالی خدمت پر میں بہت خوش ہوا ہو ں اور میری ڈھیروں دعائیں ان بیٹیوں کیلئے ہیں اور میں دعا گو ہوں کہ ان بیٹیوں کی خدمت دین کو اللہ رب العزت شرف قبولیت بخشے ۔ اس موقع پر حضور شیخ الاسلام نے 1۔ اطاعت امیر 2۔ فلسفہ اختلاف رائے 3۔ لیڈر شپ کوالٹیز 4۔ خواتین کی زندگی میں مقصدیت 5۔ ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں اعتدال اور نظم 6۔ ویمن لیگ کی انفرادیت کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی اور اہم ہدایات دیں ۔حضور شیخ الاسلام نے فرمایا اطاعت امیر کے بغیر کوئی تحریک، جماعت اور ادارہ مثالی نظم کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ اختلاف رائے سے مراد متعلقہ فورم پر اور متعلقہ ذمہ دار کے سامنے اظہار خیال ہے جو اختلاف متعلقہ فورم اور متعلقہ اتھارٹی کے سامنے کر نے کی بجائے غیر متعلقہ فورمزاور غیر متعلقہ افراد کے سامنے کیا جائیگا وہ اختلاف رائے نہیں بلکہ شر انگیزی اور بغاوت ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ عملی زندگی میں خواتین کیلئے مردوں کی نسبت زیادہ مسائل ہوتے ہیں اور اللہ نے ہمت اور حوصلہ بھی اسی مقدار سے دیا ہے ۔ اسلام اور انسانیت کی خدمت بھی ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ عائلی اور گھریلو زندگی کی ذمہ داریوں کی انجام دہی بھی ناگزیر ہے ،اس میں حکمت اور مصلحت کے ساتھ اعتدال ضروری ہے ۔ مرکزی صدر فرح ناز اور ناظمہ سدرہ کرامت نے وقت عنایت کرنے اور تفصیلی رپورٹ سماعت کرنے پر حضور شیخ الاسلام کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کیا اور اس کے ساتھ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹرحسن محی الدین قادری کا بھی شکریہ ادا کیا کہ جن کی ذاتی توجہ اور کاوش سے منہاج القرآن ویمن لیگ کی تاریخی خصوصی میٹنگ حضور شیخ الاسلام سے ممکن ہوسکی ۔ (رپورٹ میڈیا سیل)

☆☆☆☆☆

بقیہ: فلسفہ قربانی

آیات و احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جس طرح قربانی کا مقصد جانور قربان کرکے گوشت کی تقسیم ہے۔ اسی طرح قربانی کی اصل روح اور فلسفے کا حصول بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی ہے جو اپنی خلاف شرع قوتوں، ناجائز آرزوؤں اور تمناؤں اور نفس امارہ کی، خواہشات کو رضائے الٰہی کے حصول اور اطاعت الٰہی میں ذبح کرڈالے۔قربانی کی اصل روح یہی ہے اور اس کا مقصد دل کو بیدار کرنا اور جذبہ محبت کو پروان چڑھانا ہے۔

ظاہراً قربانی ایک جانور کو اللہ کی راہ میں قربان کرکے اس کے گوشت کی تقسیم ہے لیکن درحقیقت یہ سبق دیتی ہے۔ مال و دولت دنیا کو احکام الٰہی کی بجا آوری میں استعمال کیا جائے اس سلسلے میں پیش آمدہ مصائب وتکالیف کو برداشت کیا جائے تاکہ نفس غفلت کی موت سے بچ سکے۔سچا مسلمان وہی ہے جو اپنی اطاعت کی گردن اپنے خالق حقیقی کے سامنے جھکا دے اور اپنا نفس ذبح کر ڈالے، ریا کاری اور دکھاوے سے بچے۔فرمان الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ اسے تو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قربانی کے فلسفے کی روح کو سمجھ کر اس پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوا جائے۔ (آمین)

Human Nature in the Context of Islamic Conception

Mahnoor fatima

"Nature is the creation and origination of thing vested with the apparent capacity to perform any act."(Asfahani;Al-Mufradat,Pg.328)

There are many religions in the world and each religion offers and follows different concepts, i.e. how to spend life, the concept of sin and repentance. One if these concepts is the creation of human being and his creation. Christianity, for instance, is the religion that believes in the conception that man is the product of sin. He has been created out of a mistaken act. But ISLAM is such a religion that totally rejects this conception and regards the human being as "Ashraf-ul-Makhluqat" which means "best of all creatures". It believes that creation of man is a divine image and not a deviation or a mistaken act.

Just like human creation, there is a misconception about human nature. An impression exists in the society that if a man does anything wrong or commits a crime, he is intended by nature to do so. His nature attracts him towards crime and evil, and that Criminality exists in his nature by his birth, by his creation. All this means, Criminality is inborn. ISLAM totally rejects this notion. As mentioned above, Islam regards human being as "Ashraf-ul-Makhluqat", the best of all the creatures on the basis of knowledge, on the basis of his nature. Allah Almighty says in Qur'an:

"And surely We have designed the children of Adam, and We carry them in the land and the sea, and We have given them of the good things and We have made them excel by a high degree of excellence most of those whom We have created."(Qur'an,17:70)

If Allah Almighty blessed the man with knowledge, blessed him with honor to

distinguish from other creatures, how is it possible that He will degrade him by incorporating criminality into his nature and indulging him in evil deeds. The Holy Prophet (P.B.U.H) strongly asserted:

"Don't blame time (nature or fate);indeed nature itself is God (i.e. it has been rightly created by Allah)"(Sahih Bukhari, Vol.II, Pg.913)

On the contrary, Allah gave the man the freedom of choice, freedom to choose the right or wrong path.

Every human being has been created with "Fitrat-e-Saleema" which is the potential capacity to think, to distinguish right from wrong and to act fairly. It does not matter here whether he is born in the house of a Muslim or a non-Muslim, what really matters is the sorting of his nature at the time if his birth. And this nature us patterned in a way that he is inclined to the right path. So, it is a right of man irrespective of nation, tribe or race. No one is able and has the power to change or modify the sorting that is by Allah. This notion is reinforced by the Holy Prophet (P.B.U.H):

"Every child is born with the right nature."(Musnad Imam Ahmad, Tafseer Ibn Katheer, Vol.III, Pg.432)

The Qur'an says:

"Then sat your face steadily and truly to the faith: (establish) God's handiwork according to the pattern on which He has made mankind. There is no change in Allah's creation. That is the standard religion (the right path), but mist among mankind do not understand."(Qur'an,30:30)

As Islam emphasize unity, equality and discourage discrimination of mankind. This emphasis is not limited to racism or gender but this equality is also implied to the nature human being. Every human being has been created with equal nature. It is useless to say that some people possess one kind of nature and other some different kind. Qur'an describes this equality as:

"O people! Don't neglect (your duty) to your Lord, who created you from a single being."(Qur'an,4:1)

It is further reinforced:

"All people are (basically) a single nation, so Allah raised prophets as bearers of good news and as warners."(Qur'an,2:213)

The Holy Prophet (P.B.U.H) addressed the people on Hijja-ul-Wida in these words:

"O people! Allah says: We created you from a male and female couple and split you into tribes and nations to distinguish from one another. Truly, in the eyes of God, the most righteous among you is the most honored of you."(Qur'an,49:13)

So, it is baseless notion that some of the human beings are created with bad nature and criminal disposition, and some with positive inclination. If we believe in this conception, then it will be impossible to maintain a consistent society because we'll begin to blame nature for every wrong or evil deed of humans, and the idea of punishment and repentance of sins will not be considered. Every man will continue to do whatever he wants with the perception that it is God who indulged him into the wrong path. So that's why Allah Almighty gave the man freedom of choice.

Man is free to choose right or wrong. He is not bounded to follow one or other path. Its totally up to him whether he chooses good for himself or gets involve into evil. If he follows immorality, he will find himself n lowest rank, and if he follows righteousness, he will definitely reach the rank of human perfection. Here a question can be raised that how a man can acknowledge whether he should opt for a right path or evil path? And how he can differentiate between morality and immorality or criminality? Answer to this question is that every human is blessed with a capability and consciousness to distinguish morality from immorality. This is called "Fitrat-e-Saleema" as already has been explained. So its Fitrat-e-Saleema that makes a man

realize what is beneficial and what is dangerous for him, granted by Allah Almighty to give freedom of choice to mankind so that nature can not be blamed at all what he conducts.

Many criminologists such as Cesare Lombroso, Freud and Eysenck declared that the elements of criminality are genetically induced in human nature. They have even specified some facial features that only a criminal possesses. But Islam declares that Allah Almighty created all the human beings equal irrespective of race, tribe, nation. No matter how a person looks like, what kind of body posture or facial features he possesses. The Holy Prophet (P.B.U.H) clearly declared that no Arab had any superiority over a non-Arab, nor was a white in any way better than a black. The only criterion of superiority is the element of piety.

He stated:

"Adam is the root of All created beings and he sprang out of dust. Therefore, I have trampled under my feet all claims of superiority based on blood and racial discrimination."(Shibli Numani, Sirat-ul-Nabi, Vol. I, pg.145)

These prophetic words are enough to reject the criterion of criminality set by Western criminologist. Thus a man's criminal behavior is not a reflection if his nature but the consequence of his own deeds.

From Islamic point of view, the creation of this universe and mankind is not by chance. Man has not been created purposeless. The purpose of his life is to achieve the ideal of moral perfection by avoiding and fighting against the evil forces. Qur'an describes that man's creation is not purposeless:

"What did you then think that We had created you in vain, and that you shall not be returned to us."(Qur'an,23:115)

If we took the Western conception of inborn Criminality and inherent tendencies of criminality, then the purpose of human's existence and creation, which is to accomplish high perfection and whose focus is noble deeds, will be neglected.

At the end, the question of instincts and drives, and circumstances or situations that urges a human being is concerned with human personality. Since man possesses Fitrat-e-Saleema and is created to do struggle against the evil forces , he is capable of achieving morality and as well as of indulging into the evil forces.

Dr.Muhammad Tahir ul Qadri says while talking about Human Nature:

"The dual capacity for moral success and for moral failure is grounded in human nature which is absolutely free to choose either. While God has dictated his creation, He does not dictate his choice. God has created him intrinsically good but He has left it to man to choose among alternatives offered during his practical existence."("Islamic Concept of Human Nature", pg.22.) ☆☆☆☆☆